حج اور قربانی
کے
فضائل و مسائل

مؤلف

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

ناشر

جمعیۃ المعارف الاسلامیۃ

ٹیگور مارگ، نزد دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر:9984778800

E-mail:JMI_LKO@YAHOO.CO.IN

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

باراول

۱۴۴۳ھ - ۲۰۲۲ء

نام کتاب	:	حج اور قربانی کے فضائل و مسائل
نام مصنف	:	مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری
صفحات	:	۸۰
تعداد اشاعت	:	ایک ہزار
طباعت	:	ورک لائن پریس، لکھنؤ
قیمت	:	۶۰/روپئے

ناشر

جمعیۃ المعارف الاسلامیۃ

ٹیگور مارگ، نزد دارالعلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

فون نمبر:9984778800

E-mail:JMI_LKO@YAHOO.CO.IN

فہرست عناوین

''حج اور قربانی کے فضائل ومسائل''

نمبر شمار	عناوین	صفحہ
۱	گذارشات	۶
۲	اسلامی تہوار مزاج وخصوصیات	۸
۳	عشرۂ ذی الحجہ اور عیدالاضحیٰ کا پیغام	۱۴
۴	قربانی ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے	۲۰
۵	عیدالاضحیٰ اور اس کا پیغام	۲۴
۶	حج بدل کب اور کیسے؟	۳۴
۷	حج کب فرض ہوتا ہے؟	۳۶
۸	حج بدل کی فضیلت اور اس کا ثواب	۳۹
۹	آمر ومامور	۴۰
۱۰	حج بدل کب فرض ہوتا ہے	۴۱
۱۱	اسباب عجز	۴۱
۱۲	حج بدل کی شرائط	۴۲

۱۳	تلبیہ	۴۳
۱۴	حج کی فرضیت اوراس کے احکام	۴۷
۱۵	حج کی تین قسمیں ہیں	۵۰
۱۶	ا۔حج افراد	۵۰
۱۷	۲۔حج قران	۵۰
۱۸	۳۔حج تمتع	۵۱
۱۹	فرائض حج	۵۱
۲۰	واجبات حج	۵۲
۲۱	نیت	۵۳
۲۲	تلبیہ	۵۳
۲۳	عمرہ کا طریقہ	۵۴
۲۴	طواف کی نیت اور طریقہ	۵۵
۲۵	طواف کا طریقہ	۵۵
۲۶	طواف کی دعا	۵۶
۲۷	صفا مروہ کی سعی	۵۹
۲۸	مناسک حج	۶۱
۲۹	پہلا دن، ۸ر ذی الحجہ	۶۱
۳۰	نیت	۶۱
۳۱	دوسرا دن، ۹ر ذی الحجہ	۶۲
۳۲	عرفات	۶۲

۳۳	مزدلفہ میں رات میں قیام کرنا	۶۳
۳۴	تیسرا دن، ۱۰ر ذی الحجہ	۶۴
۳۵	چوتھا دن، ۱۱ر ذی الحجہ	۶۵
۳۶	پانچواں دن، ۱۲ر ذی الحجہ	۶۵
۳۷	حج کے متعلق عورتوں کے مسائل	۶۶
۳۸	بچوں کا حج	۶۷
۳۹	طواف وداع	۶۸
۴۰	زیارت مدینہ	۶۹
۴۱	اصطلاحات	۶۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گذارشات

ذوالحجہ کا مہینہ اسلامی تقویم کا آخری مہینہ ہے، یہ مہینہ اشہر حج اور اشہر حرام میں بھی شمار ہوتا ہے، اس مہینے کی دو اہم عبادتیں معروف ہیں، ایک حج اور دوسری قربانی۔

اس کی اہمیت کے پیش نظر حج کے مسائل اور اس کا طریقہ اور قربانی کا وجوب اور اس کے مسائل پر مشتمل یہ کتابچہ تیار کیا گیا ہے، جس میں اس بات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ مسائل آسان زبان میں اور سادہ انداز میں لوگوں کو معلوم ہوسکیں تاکہ عمل کرنا آسان ہو۔ اس لئے کہ حج کا مسئلہ بہت اہم ہے، زندگی میں ایک ہی مرتبہ یہ فریضہ بطور فرض کے ادا کیا جاتا ہے، اس میں اگر کوتاہی ہوئی تو بڑے خسران کی بات ہوگی۔

اس لئے عام طور پر علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، اس سلسلہ میں مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی کتاب ''اپنے گھر سے بیت اللہ تک''...اور مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی دام ظلہ کی کتاب ''حج اور مقامات حج'' کافی حد تک مفید اور معروف ہے۔

خیال ہوا کہ اس موضوع پر تیار شدہ کتابوں سے زَلّہ رُبائی کرتے ہوئے آسان زبان میں ایک کتابچہ تیار کر دیا جائے۔

چونکہ عیدالاضحیٰ قربانی اور حج کے موضوعات پر ''تعمیر حیات'' میں میرے کئی مضامین شائع ہو چکے تھے، لہٰذا اس کو بھی اس میں شامل کر دیا گیا ہے اور دیگر چیزوں کی شمولیت سے ایک مفید مجموعہ تیار ہو گیا ہے۔ جس سے حج اور قربانی کے مسائل سے بآسانی واقفیت ہو سکتی ہے۔

امید کہ یہ کاوش قابل قبول ہوگی، اور اللہ عزوجل کے یہاں اجر وصلہ کا باعث ہوگی۔ اور قارئین کے نزدیک خاصہ کی چیز قرار پائے گی.

آخر میں ہم مشکور ہیں جناب مولانا کلام الدین ندوی مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ کے کہ ان کی توجہ اور محنت سے یہ کتابچہ زیور طبع سے آراستہ ہو کر قارئین کے ہاتھوں تک پہونچ سکا، الحمد للہ علی ذلك۔

محمد خالد ندوی غازی پوری

(استاد حدیث ''کلیۃ الشریعۃ واصول الدین''

وعمید ''کلیۃ الدعوۃ والاعلام'')

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

۲۹/ جون ۲۰۲۲ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلامی تہوار مزاج وخصوصیات

انسان کی طبیعت اجتماعت پسند ہے، وہ تنہا نہیں رہ سکتا، یکسانیت سے اس کی فطرت گریزاں ہے، یکسانی زندگی سے اس کی طبیعت اکتاہٹ محسوس کرنے لگتی ہے، یکساں لباس، یکساں کھانا، یکساں زبان، یکساں مزاج وذوق اس کی وجدانی قوت کے خلاف ہے، البتہ وہ چاہتا ہے کہ وقفہ وقفہ سے وہ اپنے ہم جنسوں کے ساتھ اجتماعی طور پر خوشیاں منائے، خوش گپیاں کرے، ایک دوسرے کے یہاں جائے، خوشی ومسرت کا باہمی تبادلہ کرے، اور کرب وغم کو بانٹے۔

انسان کی اسی طبیعت نے تہواروں کو جنم دیا ہے، تمام قومیں اپنے ذوق ومزاج کے باہمی اختلاف کے باوجود تہوار منانے کے جذبہ میں مشترک ہیں، خوشی کی تمنا انسان کی فطری خواہش ہے، لہٰذا وہ چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں ہر سال کچھ ایسے دن مقرر ہوں جس میں وہ کچھ ایسے اعمال کرے تاکہ خوشی ومسرت کے شادیانے اس کے دروازے پر بجتے رہیں، فکر وغم کی بدلی اس کی دیوڑھی تک نہ پہنچنے پائے، اس جذبہ کی تسکین کے لئے انسان اپنے ماضی کے آئینہ میں ایسے ایام کی تلاش کرتا ہے جو اس کے لئے یادگار ثابت ہوں، اور پھر اس کے لئے کچھ رسومات مقرر کر لیتا ہے، رفتہ رفتہ وہ دن آنے والی نسلوں میں ایک یادگار قومی دن شمار کیا جانے

لگتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، انسان کی ہر جائز اور فطری خواہش کی تکمیل کے لئے اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے وہ راہبانہ زندگی کو پسند نہیں کرتا، اور نہ ہی غیر معتدل اعمال کی حوصلہ افزائی کرتا ہے، اسی طرح ودیعت کردہ جسمانی صلاحیتوں کو فروغ دینے پر ابھارتا ہے، فطری صلاحیتوں کو مفلوج و معطل کرنے پر وہ یقین نہیں رکھتا، وہ انسان کو اس کائنات کا سب سے حسین پھول تصور کرتا ہے اور اسے کھلتا ہوا، برگ وبار لاتا ہوا دیکھنا چاہتا ہے۔

لہٰذا اسلام نے انسان کو اس فطرت کی رعایت کرتے ہوئے دو دن ''عید'' (خوشی) کے مقرر کئے ہیں، حضور اکرم ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو وہاں کے لوگ دو عیدیں مہرجان اور نیروز منایا کرتے تھے، اللہ کے رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے لئے ان دنوں سے بہتر دو دن عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ دیے ہیں۔

عیدالفطر کا دن کوئی تاریخی دن نہیں، اس دن کے انتخاب میں اللہ عزوجل نے سابقہ قوموں کی روایت سے ہٹ کر خوشی کو وہ شعور دیا ہے جس کا تعلق صرف ماضی ہی سے نہیں بلکہ انسان کے حال اور اس کے مستقبل سے جڑا ہوا ہے، ایک ماہ کے روزے، تراویح، اور تلاوت قرآن پاک اور ایک خاص روحانی ایمانی ماحول میں زندگی گزارنے کے بعد عیدالفطر کا دن آتا ہے، یہ ہمیں اس کا شعور عطا کرتا ہے کہ ہم غور کریں کہ اللہ نے اس ماہ میں

ہمارے اوپر کیسی کیسی نعمتوں کی بارش کی، کیسے کیسے مغفرت کے سامان کیے، کیسی عزت افزائی فرمائی کہ اپنا کلام ہمارے لئے اتارا، یہ سوچ کر اس کا دل جھوم اٹھتا ہے، لہٰذا اس ماہ کے اختتام پر وہ دوگانہ ادا کر کے مالک کا شکریہ ادا کرتا ہے، اسی لئے اس دن کو حدیث پاک میں یوم الجائزہ بھی کہا گیا ہے، ''انعام کا دن'' گویا عیدالفطر انعام خداوندی کی تحصیل کا دن ہے، اور ہر مسلمان انعام حاصل کر کے بارگاہ ایزدی میں خوشی منانے کا مستحق قرار دیا جاتا ہے، لہٰذا اس دن کھانے کھلانے، کھیلنے کودنے، سیر وتفریح کرنے کی عام اجازت ہے، البتہ اعتدال وجواز کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

عیدالاضحیٰ قربانی کا دن ہے، یہ دن اس اجتماعی عبادت کے ادا کرنے کے بعد آتا ہے، جب لاکھوں کی تعداد میں حجاج عرفات میں وقوف کر کے لوٹتے ہیں، حجاز کی قربانیوں میں ہم بھی اپنے گھروں میں رہتے ہوئے اس قربانی کے ذریعہ شریک ہو جاتے ہیں، اور اجتماعی طور پر یہ قربانی پیش کی جاتی ہے، جس سے خوشی دوبالا ہو جاتی ہے، اس قربانی کا احساس وشعور ہماری زندگی کو خوشی ومسرت سے بھر دیتا ہے، لہٰذا اس سے پہلے ہم دوگانہ ادا کر کے اس مالک بے ہمتا کا شکریہ ادا کرتے ہیں، جس نے یہ لیل ونہار ہمیں عطا فرمائے ہیں، اس طرح یہ دونوں دن ایک اہم اجتماعی عبات کے اختتام پر رکھے گئے ہیں تاکہ ہم اس کا بھی احساس کرتے رہیں کہ انسان کی اصل خوشی کا باعث اس مزاج عبدیت کو فروغ دینا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی ہے۔ لہٰذا اسلام نے ان دونوں کو خوشی کا

دن قرار دیا ہے، ورنہ حضور اکرم ﷺ کی زندگی میں آپ کی سیرت کا جلوہ سامانی، مروارید کی جگمگاہٹ لئے ہے، ہر دن آپ کی زندگی کا تاریخی اور ہر لمحہ آپ کا مثالی اور ہر عمل آپ کا امتیازی اور ہر کردار بے مثال وانفرادیت کا حامل ہے۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہاداری

اسلامی تہوار شعور عبدیت کے جذبہ صادق کا غماز ہے، وہ دلوں کی طہارت، حسن انجام، محبت واخوت، اخلاص وللّٰہیت، ایثار وقربانی کو مہمیز کرنے کا ذریعہ ہے، اسلامی تہوار میں حسن بھی ہے، جمال بھی، عقل و خرد کی پاسبانی بھی ہے اور دل کی جلوہ سامانی بھی، دنیا میں خوشی اور آخرت میں اجر وثواب کا حامل بھی ہے، شرط یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے طریقے کے مطابق منائیں۔

کی محمدؐ سے وفا نے تو ہم تیرے ہیں!
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

عشرۂ ذی الحجہ اور عیدالاضحیٰ کا پیغام

اسلامی تقویم کا آخری مہینہ ذی الحجہ ہے، جس کو عام طور پر بقرعید کا مہینہ بھی کہا جاتا ہے، اس مہینہ کی آمد سے قربانیوں کا وہ عظیم تصور پیدا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا شعار رہا ہے، انسانی عظمتوں کی معراج اس مہینہ کی عظیم قربانیوں سے وابستہ ہے، یوں تو پورا مہینہ خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کی نیرنگیوں کا آئینہ دار ہے لیکن عشرۂ اولیٰ (شروع کے دس دن) کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمتیں اس کے بندوں پر کس کس انداز میں سایہ فگن ہوتی ہیں اور اس کی نوازشیں کس کس عنوان سے اس کے دامن مراد کو بھرتی ہیں احادیث نبویہؐ کے آئینہ میں ان کی جھلکیاں دیکھی جاسکتی ہیں۔

یوں تو پورا عشرہ نہ صرف برکتوں سعادتوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ایک ایسے عظیم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولۂ انقیادؑ تسلیم ورضا، ایثار وقربانی کی تاریخ وابستہ ہے، جو اپنی فطری تعلیمات اور اپنے پیغام کی دلکشی اور ہمہ گیری کی وجہ سے مسلمانوں ہی کا نہیں دنیا کی دیگر اقوام کا بھی پیشوا سمجھا گیا ہے۔

جہاں تک ان دنوں کی غیر معمولی خصوصیتوں کا تعلق ہے اسلامی تعلیمات میں ان کا مقام بہت اونچا ہے، آنحضرت ﷺ کے ارشادات کی روشنی میں آیئے ان عظمتوں کی تحصیل کی کوشش کریں، حضور اکرم ﷺ

نے کس پیارے اسلوب میں ان عظمتوں کی نشان دہی فرمائی ہے، ایک حدیث میں فرمایا: ”ذی الحجہ کے دس دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے افضل ہیں، ان دنوں میں عبادت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے، لہٰذا تم ان دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے رہو، ذکر الٰہی کثرت سے کرتے رہو، اور ان دنوں میں ایک روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور نیکیوں کا ثواب سات سو نیکیوں تک ہے۔“ (ترغیب وترہیب)

اس پورے عشرہ میں نویں تاریخ جسے عرفہ کہا جاتا ہے ایک خاص حیثیت کا حامل ہے، حدیث پاک میں ایک خاص انداز میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، پورے سال کے دن سے اس کو افضل گردانا گیا ہے، اس خاص دن کے اعمال کی فضیلت نہایت ہی اثر انگیز انداز میں یوں بیان فرمائی گئی ہے، ارشاد ہے: ”عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے قریب ہو جاتی ہے، اللہ اپنے بندوں اور ان کے بابرکت اعمال کو فرشتوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے فرشتو! دیکھو! یہ ہیں میرے بندے“ اس کے روزے کے متعلق ارشاد گرامی ہے: ”جو شخص عرفہ کے دن یعنی (نویں ذی الحجہ کو) روزہ رکھے گا، اللہ تعالیٰ اس روزے کی برکت سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کی لغزشوں کا کفارہ بنا دے گا۔“ (مسلم)

اسلام کا عظیم رکن حج اس کی ادائیگی کے لئے لاکھوں انسان اسی تاریخ میں میدان عرفات میں اپنے مالک کے حضور میں جمع ہوتے ہیں،

اور دل کی گہرائیوں سے اپنے مالک کو یاد کرتے ہیں، کبھی جبل رحمت کو دیکھتے ہیں، اور اس تصور میں کھو جاتے ہیں کہ اسی تاریخ میں سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے اسی پہاڑی کے دامن میں اپنے ایک لاکھ جانثاروں کے ساتھ وقوف فرمایا تھا، اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں، لہٰذا حجاج کرام سر برہنہ چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں، غیر حجاج کے لئے اس دن روزے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ اس تصور کا استحضار قائم رہے لہٰذا اس دن خاص طور پر روزہ کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ اس مہینہ کی ۱۰/۱۱/۱۲ اور ۱۳/ ان چار تاریخوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے، ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

عشرۂ ذی الحجہ کے ان عظمتوں کا تصور کیجئے اور ان آیتوں کی تلاوت کیجئے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے 'وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ' اور قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، اکثر مفسرین نے اس سے مراد ذی الحجہ کی ان دس راتوں کو لیا ہے، تو جس عشرہ کی خالق کائنات نے قسم کھائی ہو، اس کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، لیکن افسوس کہ یہ پورا عشرہ ہماری غفلتوں کا شکار ہو جاتا ہے، قربانی کے جانوروں کی خرید و فروخت، پلاؤ، زردہ، بریانی، قورمہ، سوئیاں اور دیگر اشیاء کی فراہمی میں ہمارا سارا وقت صرف ہو جاتا ہے، اور ہم اس طرف توجہ نہیں دے پاتے، حالانکہ قربانی کا عظیم فریضہ بھینس، گائے، دنبہ، بکرہ، بکری کی شکل میں ذبح کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ پہلے اپنے نفس کی قربانی، اطاعت وانقیاد اور تسلیم و رضا میں مضمر ہے اور وہی

مطلوب ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ”لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاءُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ“ ہرگز اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا (تمہاری طاعت وانقیاد کا مظہر) تقویٰ خدا کے یہاں پہنچتا ہے۔

یعنی بارگاہ رب العزت میں شرف وقبولیت اسی کو ملتی ہے اور روزہ سراسر اسی طاعت وانقیاد کے استحضار کا نام ہے ”لعلکم تتقون“ روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا کہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس آیت میں روزہ کے اسی استحضار کی معنویت اور اثر انگیزی کو بیان کیا گیا ہے اور قربانی سے پہلے اس عشرہ میں روزہ کی ترغیب دے کر انسان کو اس مقام بلند پر فائز کرنے کی عملی ترکیب بتادی گئی جہاں اس کی قربانیاں زمیں پر خون گرنے سے پہلے مقبول ہو جاتی ہیں۔

اسلامی عید کا تصور بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبدیت کا تصور قائم ہو، اپنے گناہوں کو یاد کیا جائے اور اپنے مالک کے احسانات عمیمہ کا شکر ادا کیا جائے، اس کے شکر کا طریقہ خانہ ساز نہیں بلکہ اس نے خود فرمایا ”وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ“ اور یہ اس لئے ہے کہ تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اور تاکہ تم شکر گذار بنو۔“

یہی وجہ ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں کثرت سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے، بلکہ نویں تاریخ کی صبح کی نماز سے تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کا کہنا واجب قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ہر فرض نماز کے بعد امام ومقتدی خواہ منفرد ہی کیوں نہ ہو بلند آواز سے یہ تکبیر

کہیں گے ’’اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد ‘‘ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے۔

مردوں کو بلند آواز سے اور عورتوں کو پست آواز سے کہنا واجب ہے، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب ’’غنیۃ الطالبین‘‘ میں لکھا ہے ’’عید تو یہ ہے کہ انسان میں قبولیت واطاعت اور عبادت الٰہی کے آثار پائے جائیں، اور گناہوں کے کفارے کے لئے کوشش کی جائے، برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے لئے جدوجہد ہو، دل قوت ایمان ویقین سے معمور ہو۔‘‘

زبدۃ السالکین میں لکھا ہے: ’’عید میں مومن اور کافر دونوں شریک ہوتے ہیں، اور ہر ایک کے واسطے اپنی اپنی علیحدہ عید ہے، مومن کی عید تو رضائے الٰہی ہے اور کافروں کی عید لہو ولعب اور بے ہنگم خوشی ہے، مومن تو اپنی عیدگاہ کی طرف جاتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہدایت ہوتا ہے، اور اس کی آنکھوں میں عبرت وفکر کی علامت ہوتی ہے، اور اس کے دل میں نور مغفرت ہوتا ہے، عاجزی وانکساری کا شیوہ ہوتا ہے۔‘‘

حقیقت میں عیدین انہیں جذبوں کے فروغ کا اہم ذریعہ ہے، لیکن کچھ غفلت وجہالت اور کچھ برادران وطن کی نقالی ومصاحبت نے اس جذبہ ہی کو سرے سے ختم کردیا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس جذبہ کو بیدار کیا کریں، اور عیدالاضحیٰ کی آمد سے پہلے اس فکر کو جمعہ کے خطبوں کے

ذریعہ عام کرنے کی کوشش کی جائے، اس سلسلہ میں ائمہ عظام کو متوجہ ہونا چاہئے، اور خاص طور پر اس موقع پر بھی سادگی کا لحاظ رکھا جائے، نام ونمود، ریا اور ہر قسم کے دکھاوے سے پرہیز کیا جائے، بکرے کی خریداری میں بعض جگہوں پر متمول طبقے میں جو ایک (ہوڑ) مسابقت پائی جاتی ہے کہ فلاں کا بکرا پانچ ہزار کا ہے تو ہمارا بکرا دس ہزار کا ہوگا، اور اس میں اسراف کی حد تک اپنے قیمتی سرمایہ کو لگا کر ضائع کیا جاتا ہے، موجودہ حالات کی روشنی میں اس سے پرہیز کرنا چاہئے، جانور چند ہزار میں اچھے مل جائیں گے اگر بقیہ پیسہ سے کسی یتیم کی دادرسی "کسی بیوہ کی اشک شوئی ہو جائے تو یہ بڑا عظیم کام ہوگا، دنیا کی نظر میں اس کی واہ واہ شاید نہ ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا بڑا اونچا مقام ہے۔

بصیرت افروز واقعہ:

ایک دفعہ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ حج کرنے گئے، حج کے بعد ایک روز مکہ مکرمہ میں سو رہے تھے کہ خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا ایک فرشتہ نے دوسرے فرشتہ سے کہا اس سال کتنے آدمی حج کرنے آئے؟ دوسرے فرشتے نے کہا چھ لاکھ۔ پہلے نے کہا ان میں سے کتنے آدمیوں کا حج قبول ہوا؟ دوسرے فرشتے نے کہا کسی کا نہیں البتہ دمشق میں ایک شخص علی ابن موفق ہے اگرچہ وہ حج کرنے آیا نہیں لیکن حج اسی کا مقبول ہے' اور اس کے طفیل میں تمام حاجی بخش دیے گئے۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نیند سے جاگے تو آپ کو حضرت علی ابن موفق کی زیارت کا شوق ہوا چنانچہ مکہ مکرمہ سے دمشق گئے اور حضرت

علی ابن موفق کے مکان پر پہنچ کر آپ کو آواز دی وہ آواز سن کر باہر نکلے حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ نے پوچھا آپ ہی علی بن موفق ہیں؟

انھوں نے جواب دیا 'ہاں'۔ حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ حضرت علی ابن موفق نے کہا فرمایئے، حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ: 'آپ کیا کام کرتے ہیں؟' حضرت علی ابن موفق: 'جوتیوں میں پیوند لگاتا ہوں'۔ حضرت عبداللہ نے خواب کا واقعہ بیان کیا، 'حضرت علی ابن موفق نے پوچھا: 'آپ کا نام؟' حضرت عبداللہؒ نے جواب دیا: 'عبداللہ ابن مبارک'، حضرت علی ابن موفق نے ایک چیخ ماری اور گر کر بے ہوش ہو گئے، جب ان کو ہوش آیا تو حضرت عبداللہ نے کہا 'میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایسا کون سا کام کیا ہے جس سے آپ کو یہ رتبہ ملا؟ حضرت علی ابن موفق نے کہا کہ مجھے تین سال سے حج کی آرزو تھی، میں نے جوتیوں میں پیوبند لگا لگا کر تین سو درہم جمع کیے تھے، اور اس مرتبہ حج کے لئے جانے کا ارادہ تھا، میری بیوی حاملہ تھی، ایک روز ہمسائے کے مکان سے کھانے کی خوشبو آئی، میری بیوی نے کہا ہمسایہ کے مکان سے میرے لئے تھوڑا سا کھانا لا دو، میں ہمسایہ کے یہاں گیا اور اس سے کھانا مانگا، اس نے کہا یہ کھانا تمہارے لائق نہیں ہے، میں نے پوچھا اس کھانے میں کیا ہوا ہے، اس نے کہا ہم گھر بھر سات روز سے بھوکے ہیں، آج ایک مرا ہوا گدھا مل گیا اسی کا تھوڑا سا گوشت کاٹ لایا ہوں جو پک رہا ہے، یہ سنتے ہی میں گھر میں آیا اور وہ تین سو درہم لے جا کر اسے دے دیے اور کہا لو انہیں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو میرا حج یہی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مبارک نے کہا فرشتے نے خواب میں سچی

خبر دی تھی، ایسے ہی موقع کے لئے عارف رومی نے فرمایا ہے۔

از ہزاروں کعبہ یک دل بہتر است　　دل بدست آور کہ حج اکبر است

آج کا ماحول اسی کا متقاضی ہے، 'قربانی کی روح یہی ہے کہ آدمی اپنے ارادہ اور اپنی خواہش کے گلے پر چھری چلائے' اور اللہ کی راہ میں جس وقت جس چیز کا مطالبہ ہو اس کو پیش کرنے سے دریغ نہ کرے ارشاد باری ہے:

"وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى"

(اور جو خدا سے ڈرے، اور اپنی خواہش نفس سے رُکے تو اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔)

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يَكُوْنَ هَوَاهُ تَبَعًا لِمَا جِئْتُ بِهٖ"

''تم میں کوئی مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے تابع نہ ہو۔''

عشرہ ذی الحجہ کا یہی پیغام ہے جس کو اختیار کر کے ہم سعادتوں سے ہم کنار ہوسکتے ہیں۔

قربانی ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے

عیدالاضحیٰ کی اہمیت قربانی سے ہے۔ عیدالاضحیٰ جب آتی ہے تو ایثار وقربانی کے وہ مناظر جو اللہ کے ایک محبوب بندے حضرت ابراہیمؑ نے اپنے معبود حقیقی کو راضی کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حکم سے چہیتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو منیٰ کی وادی میں قربانی کے لئے پیش کیا تھا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی جگہ دنبے کی قربانی قبول فرما کر اس سنت کو ملت ابراہیمی کے پیروکاروں پر لازم کر دیا۔ لہٰذا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کی مالیت جس کے پاس ہو اور وہ حوائج ضروریہ سے زائد ہو، وہ صاحب نصاب کہلائے گا اس پر قربانی واجب ہے اگر وہ قربانی نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ لہٰذا ایک خاندان میں جو ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں متعدد افراد پر قربانی واجب ہو سکتی ہے، اگر گھر میں کئی صاحب استطاعت ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی ضروری ہے عام طور پر لوگ ایک بکرا یا بڑے جانور میں ایک حصہ لے کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ قربانی سب کی طرف سے ہو گئی ایسا نہیں ہے بلکہ ہر صاحب استطاعت کی طرف سے قربانی کرنا لازم وضروری ہے، بعض لوگوں کو ایسا کرتے بھی دیکھا گیا کہ وہ بجائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کے اپنے مرحومین میں سے کسی کی طرف سے یا حضور ﷺ کے نام سے قربانی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے ان کو ثواب تو ضرور پہونچے گا لیکن قربانی کرنے والے کے ذمہ سے فرض قربانی ساقط نہیں ہوگی

اس ترک فرض پر وہ گنہگار ہوگا، یہ بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص سال بھر کے روزے رکھے اور اس کا ثواب مرحومین کو پہونچائے لیکن جب رمضان آئے تو روزہ نہ رکھے، یا نوافل نماز کا اہتمام تو کرے لیکن فرائض کی دائیگی میں کوتاہی کرے، تو ایسا کرنے اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا سمجھا جائے گا، اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔

قربانی کے دنوں میں کوئی صاحب نصاب ہو گیا تو اس پر قربانی فرض ہو جائے گی اس مال پر سال گذرنا شرط نہیں ہے۔

اسی طرح کوئی غریب شخص قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدتا ہے یا کسی بڑے جانور میں کوئی حصہ لیتا ہے تو اس کے ذمہ بھی قربانی لازم ہو جائے گی لیکن دسویں ذی الحجہ سے پہلے اگر کسی امیر نے ایسا کیا ہو تو جانور یا حصہ کو بدلا یا فروخت کیا جا سکتا ہے۔

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آغاز سے جب تک قربانی نہ کر دے جسم کے کسی عضو سے بال یا ناخن صاف نہ کرے کہ قربانی کرنے والا اپنے جان کے فدیہ میں قربانی کر رہا ہے اور قربانی کے جانور کا ہر جزء قربانی کرنے والے کے جسم کے ہر جزء کا بدلہ ہے، جسم کا کوئی جزء نزول رحمت کے وقت غائب ہو کر قربانی کی رحمت سے محروم نہ رہے اس لئے آنحضرت ﷺ نے مذکور حکم دیا ہے۔ لیکن چالیس دن سے زائد اگر ہو چکا ہو تو کراہت سے بچنے کی خاطر ایسا کیا جا سکتا ہے۔ یعنی بال یا ناخن کو تراشا جا سکتا ہے۔

عیدالاضحیٰ اور اس کا پیغام

عیدالاضحیٰ کا مبارک دن ان مقدس ہستیوں کی یاد دلاتا ہے جن کی پوری زندگی خیر خواہی، بہی خواہی، امن وسلامتی، اور ظلم وزیادتی کے وقت صبر وتحمل سے عبارت ہے، جنہوں نے حالات وزمانہ کے آہنی پنجوں سے نبرد آزمائی کی اور زمانہ کے رخ کو موڑ دیا، اور بلکتی ہوئی انسانیت کے سہارا بنے، دیکھنے میں تو کمزور وناتواں تھے، لیکن عزم وارادہ کے دھنی اور فکر وعقیدہ میں ایسے پختہ کہ اٹھتے ہوئے شعلوں کے طوفان سے بھی وہ نہ گھبرائے بلکہ

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

یہ دن اپنے ساتھ سچائی اور سلامتی کے راستے کو اپنانے کا پیغام لے کر آتا ہے، ظلم وزیادتی کرنے والوں کے برے انجام کی یاد دلاتا ہے، اپنے فائدے کے لئے دوسروں کا حق مارنے والے کو عبرت ناک انجام سے خبردار کرتا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ ایثار قربانی کی راہ خواہ کتنی ہی پرخطر اور کٹھن کیوں نہ ہو اس پر چلنے والے ہمیشہ کامیاب وکامران ہوتے ہیں، قدرت انہیں ایسی زندگی عطا کرتی ہے جس کے آگے موت کی ساری چالیں بیکار ہو جاتی ہیں، ان کے اصول، ان کے نقش قدم اور ان کی تعلیم آنے والی نسلوں میں اخلاقی گراوٹ سے بچنے کا حوصلہ پیدا کرتی ہے۔

انسان سے محبت کرنے والے دوسروں کے لئے تکلیف اٹھانے

الف

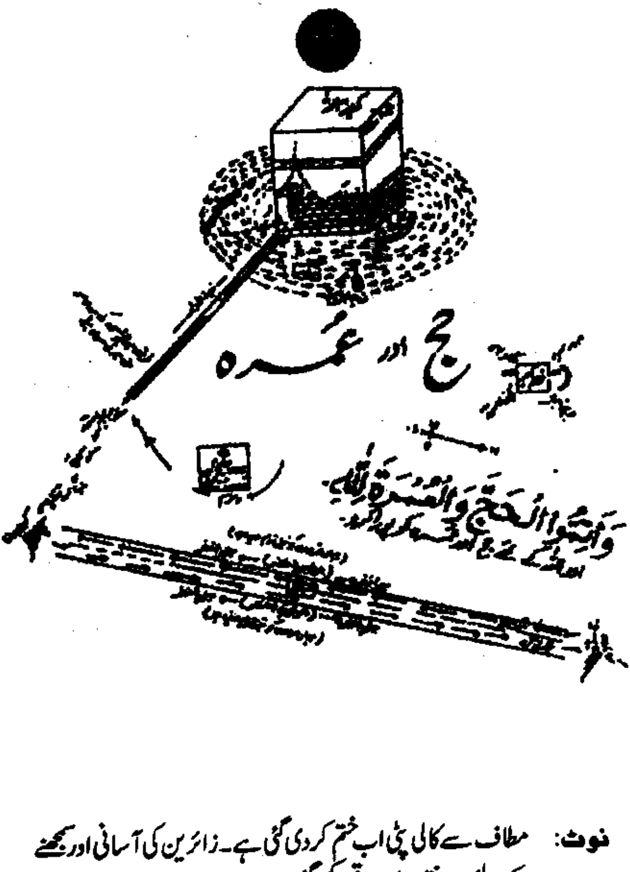

نوٹ: مطاف سے کالی پٹی اب ختم کردی گئی ہے۔ زائرین کی آسانی اور سمجھنے کے لئے اس نقشہ میں باقی رکھی گئی ہے۔

طواف کا طریقہ

مندرجہ ذیل نقشہ میں تیروں کے نشانات سے سمجھیں

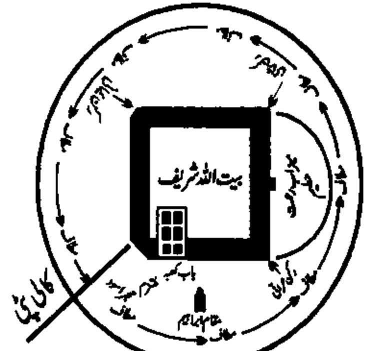

یادرکھیں

۱۔ حجر اسود سے حطیم کی طرف چلتے ہوئے طواف شروع ہوتا ہے۔

۲۔ اصل حطیم بیت اللہ شریف کی دیوار سے تقریباً چھ ہاتھ یا ۹ فٹ ہے مگر احاطہ کچھ زائد جگہ پر بنا ہوا ہے اور قد آدم دیوار سے گھرا ہوا ہے۔

۳۔ تیروں کے رخ چلتے ہوئے اس طرح طواف کیا جاتا ہے کہ حجر اسود بائیں طرف رہے۔

۴۔ تیروں کے نشانات سے چلتے ہوئے پھر حجر اسود پر آئیں تو ایک چکر ہوتا ہے۔

۵۔ اس طرح سات چکر لگائیں تو ایک طواف پورا ہوتا ہے۔

۶۔ پہلے کالے پتھر کی بنی ہوئی چوڑی پٹی حجر اسود سے کچھ دُور ہوا کرتی تھی، اب یہ پٹی حجر اسود کے بالمقابل کردی گئی ہے۔ اس پٹی سے ذرا پہلے کھڑے ہو کر طواف کی نیت کریں۔

۷۔ استلام حجر اسود کے سامنے آکر کرنا چاہئے۔ اس کے لئے کالی پٹی پر آجائیں پھر حجر اسود مقابل ہوگا۔

۸۔ مقام ابراہیم کو بوسہ دینا یا اس کا استلام کرنا منع ہے۔ اس کا خاص خیال رکھیں۔

والے سچ بولنے اور حق کا ساتھ دینے والے اور مظلوموں کی مدد کرنے کے لئے سینہ سپر ہونے والے ایسے چراغ روشن کر جاتے ہیں جن کی روشنی سے ہر اس برائی کے اندھیرے دور ہوتے رہتے ہیں جو انسانیت کو تاریکی اور پستی کی طرف لے جاتے ہیں۔

آج کا دن اس معمار حرم کی یاد دلاتا ہے جس نے صبر وشکر کے ساتھ زمانے کے رطب و یابس کو برداشت کیا، لیکن فکر وعقیدہ کا سودا نہیں کیا، مصائب کی بڑی بڑی گھاٹیوں کو طے کیا، لیکن راہ کی آبلہ پائی کی شکایت نہیں کی، خاردار وادیوں سے گذرا، لیکن تھک کر کبھی ہمت نہیں ہارا، وطن سے بے وطن ہوا، لیکن حقیقی زندگی کے کیف وسرمستی کی جلوہ طرازیاں اس کے ہمرکاب رہیں، وہی وہ ذات ہے جس کا تذکرہ قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا گیا ہے، 'اِنَّ اِبۡرَاهِيۡمَ لَحَلِيۡمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيۡبٌ' (بے شک ابراہیم بڑے بردبار اور نرم دل تھے۔)

تقریباً ساڑھے چار ہزار سال پہلے عراق کی سرزمین پر ایک ایسی شخصیت پیدا ہوئی، جو ذکاوت وذہانت میں نادرۂ روزگار تھی، جس کے علم و فن کا شہرہ دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اسے بت گری اور مجسمہ سازی میں ید طولیٰ حاصل تھا، وہ بادشاہ کا مصاحب بھی تھا اور وزارتی کونسل کا ایک اہم فرد بھی تھا، اس نے اپنے رسوخ اور فن کی بدولت بت گری کو ملک کی ثقافت کا امتیازی وصف بنا دیا تھا، وہ شاہی دربار میں ذی مرتبہ اور دیوتاؤں کی مجلس کا امام سمجھا جاتا تھا، اس کا نام آزر تھا، آزر کے گھر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت ہوتی ہے، آنکھیں کھولتے ہیں تو بتوں کا ہجوم

ہے، دیوتاؤں کی فہرست میں مہر و ماہ واختر اور نجوم بھی ہیں، میلوں اور ٹھیلوں کا زور ہے، بھجنوں اور طربیہ نظموں کے الاپ سے پوری فضاء پرشور ہے، ماحول ایسا ہے کہ جو پتھر کو بھی موم کر کے اپنے سانچے میں ڈھال دے، لیکن سلامتی ہو حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر، ان کی جرات و جسارت پر، ان کے عقیدہ وعمل پر، ان کی ذکاوت حسی وذہانت فطری پر کہ انھوں نے اپنے والد آزر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

'يَا اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطَانَ اَنَّ الشَّيْطَانَ
كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا، يَا اَبَتِ اِنِّيْ اَخَافُ اَنْ
يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطَانِ
وَلِيًّا' (سورہ مریم)

(ابا جان! شیطان کی عبادت نہ کیجئے، بے شک شیطان رحمٰن کا نافرمان ہے، ابا جان! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ شیطان کے دوست بن کر عذاب خداوندی میں گرفتار ہو جائیں)

باپ نے معصوم بیٹے کی فریاد کی قدر نہ کی، اس کا فن اور منصب اور جاہ ومنزلت نے ان خیر آگیں کلمات کو قبول کرنے سے گریز کیا، اس نے اپنے لخت جگر کو درشت لہجہ اور کرخت آواز اور دھمکی آمیز انداز میں یوں مخاطب کیا:

"قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ آلِهَتِيْ يَا اِبْرَاهِيْمُ،
لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا'

(آزر نے کہا: ابراہیم! میرے معبودوں سے
انحراف کرنے سے اگر باز نہ آؤ گے تو سنگسار کردوں گا
اور مجھے تم ایک مدت کے لئے چھوڑ ہی دو)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اگر دنیا چاہتے، جاہ و منصب کے طالب ہوتے، تو ڈر جاتے، خاموشی اختیار کر لیتے، دبے پاؤں واپس ہو لیتے، لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول تھے، وہ سلامتی کے طالب تھے اور دوسروں کو سلامتی کی فصیلوں تک پہنچانا چاہتے تھے، اگر وہ حلیم نہ ہوتے تو باپ کی غضبناکی انھیں پگھلا دیتی، لیکن وہ استقامت کے پہاڑ تھے، عقل کے دھنی اور علم کے پیکر تھے، اپنے والد کو مخاطب کرتے ہوئے انھوں نے اس موقع پر جو کچھ کہا قرآن کریم نے اس کو یوں بیان کیا ہے:

'قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ سَأَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا
وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَأَدْعُو رَبِّي عَسَى أَلَّا أَكُونَ
بِدُعَاءِ رَبِّي شَقِيًّا'

(ابراہیمؑ نے کہا: ابا جان! سلام ہو آپ پر میں
آپ کے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا
کروں گا، بیشک وہ مجھ پر بہت مہربان ہے اور میں تم
سے اور تمہارے معبودوں سے کنارہ کش ہوتا ہوں اور
امید ہے کہ اپنے پروردگار کی پکار سے محروم نہ ہوں گا)

آزر کے قصر نخوت و پندار میں ایک بھونچال آجاتا ہے، بات آگے بڑھتی ہے، شاہ وقت تک پہنچتی ہے، نمرود جو خدائی کا دعویدار تھا، اس

نے قوت وطاقت کے نشہ میں ہر ممکن اس آواز کو دبانے کی کھلی چھوٹ دے دی ہے، جو حق و باطل میں تفریق پیدا کرے، دن کی روشنی اور رات کی تاریکی کے درمیان خط فاصل کھینچے اور خدائے واحد، برتر و بزرگ کی کبریائی کو بیان کرے، اس کے لئے اس معاشرہ میں کوئی گنجائش نہیں ہے اس کو فنا کر دینا چاہئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جرم یہ تھا کہ انھوں نے خدائے واحد کے پیغام کو پہنچایا تھا، بتوں کی نفی کی تھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی سے جوڑنے کی کوشش کی تھی، ظلم وبربریت کے خلاف آواز اٹھائی تھی، رسم ورواج اور خود ساختہ نظریات ومزعومات پر کھل کر تنقید کی تھی، حالانکہ وہ انھیں میں سے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل کی یاوری نے اس کو اس مقام بلند پر فائز کر دیا تھا، اس کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں آیا ہے، اور بالیقین ہم ابراہیم کو اچھا فہم عطا کر چکے تھے اور ہم ان کو خوب جانتے تھے، وہ وقت یاد کرو جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم والوں سے کہا: یہ کیا (واہیات وخرافات) مورتیں ہیں جن پر تم جمے بیٹھتے ہو، وہ بولے ہم نے تو اپنے باپ دادوں کو ان کی عبادت کرتے پایا ہے، (ابراہیمؑ نے) کہا یقیناً تم بھی صریح گمراہی میں مبتلا رہے اور تمہارے باپ دادا بھی، وہ بولے کیا تم سنجیدگی سے ہمارے سامنے پیش کر رہے ہو یا دل لگی ہی کر رہے ہو، ابراہیم نے کہا ارے دل لگی کیسی؟ تمہارا پروردگار تو آسمان اور زمین کا پروردگار ہے جس نے ان سب کو پیدا کیا اور میں اس پر گواہ ہوں (سورہ انبیاء)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس ربانی دعوت نے نمرود کے

اقتدار کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، اس آواز کو دبانے کے لئے ساری ترکیبیں کر ڈالیں، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ پیغام جیسے فضا میں گونجتا رہتا تھا، لوگو خدا ایک ہے، لوگو خدا ایک ہے۔

نمرود کبیدہ خاطر ہے، اس کا غصہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خلاف بڑھتا جا رہا ہے، کوئی نہیں جو اس کے غصہ کو فرو کرنے کی کوشش کرے، اور احساس و شعور کے ساتھ معاملہ کی نزاکت اور دعوت کی حقیقت کو سمجھنے پر آمادہ کرے، بالآخر وہ ایک فیصلہ کرتا ہے، ایک بڑے میدان میں آگ کا الاؤ لگایا جائے، اور ابراہیم علیہ السلام کو اس جرم کی پاداش میں اس میں جھونک دیا جائے، نمرود کے اس فیصلے سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، انسانیت لرز اٹھی، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مُسکراتے ہوئے خندہ پیشانی کے ساتھ نمرود کے اس فیصلے کو جوان کا عقیدہ تھا کہ نمرود کچھ نہیں، اور اس کے فیصلے سے کچھ بھی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کا جب تک حکم نہ ہو آگ ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چنانچہ اب نمرود کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو کائنات کے پیدا کرنے والے سچے خدا کا حکم آیا اور تمام فلک نے ایسا منظر دیکھا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں مشکل ہے۔ ارشاد ہوا۔ ''قُلْنَا یَا نَارُ کُونِی بَرْدًا وَّ سَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیمَ وَاَرَادُوْ بِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ'' (الانبیا: ۶۹–۷۰) (ہم نے حکم دیا اے آگ ٹھنڈی اور بے ضرر ہو جا ابراہیم کے حق میں اور لوگوں نے ان کے ساتھ برائی کرنا چاہی سو ہم نے ان لوگوں کو ناکام کر دیا)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس آزمائش سے سرخرو ہو کر نکلے، نمرود اور تہذیبِ نمرودی کے ایوانوں کو شکست ہوئی، لیکن ابھی یہ پہلی آزمائش تھی، ابھی یہ دکھانا تھا کہ عزیمت کی راہوں کو اختیار کرنے والوں کو قدم قدم پر حق وصداقت کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑتی ہے، آزمائش کے کربا آگیں آنگن میں ان کے عزم وارادہ کو تپا کر اور تیز کر دیتے ہیں اور ان کی زبان پر یہ نغمہ جاری ہوتا ہے۔

رقص کرنا ہے تجھے رقص کئے جا بسمل
رقص کرنا ہے تو پاؤں کی زنجیر نہ دیکھ

وطن عزیز سے ہجرت کر کے شام پہنچے، اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کے راستے کی طرف بلاتے رہے، زندگی کچھ پرسکون ہوئی، شام کی سرسبزی وشادابی اور برکات خداوندی سے معمور سرزمین کچھ راس آئی، لیکن مشیت الٰہی کچھ اور ہی چاہتی تھی، اشارہ غیبی پا کر پھر خادم الحرم ہوئے اور وادی بطحاء کی طرف چل پڑے۔ آپ کے ساتھ آپ کی اہلیہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور شیر خوار فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے، اس بے آب گیا وادی میں پہنچ کر حضرت ہاجرہ علیہ السلام کو ایک جگہ چھوڑ کر آپ وہاں سے چل پڑے۔ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کے ساتھ شیر خوار حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں ساتھ میں تھوڑی سی کھجور، مشکیزہ میں چند قطرے پانی کے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو واپس جاتے ہوئے دیکھا تو حضرت ہاجرہ علیہ السلام چیخ اُٹھیں آپ کہاں جا رہے ہیں؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام چلے جا رہے تھے، بیوی اور بچے کی محبت سے قدم بوجھل

ہورہے ہیں، بار بار استفسار پر آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کا حکم یہی ہے کہ میں تم لوگوں کو یہاں چھوڑ کر جاؤں، حضرت ہاجرہ علیہ السلام نے جب یہ سنا تو ان کا غم کافور ہوگیا، کرب واندوہ والم کی موجیں ساکن ہوگئیں اور اللہ تعالیٰ کی اس بندی نے بڑے پراعتماد لہجے میں فرمایا: اذن لا یضیعنا (تب تو اللہ تعالیٰ ہم کو ضائع نہیں فرمائے گا)

اور تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حفاظت کی، شیر خوار اسماعیل علیہ السلام کے لئے زمزم کا چشمہ جاری ہوا اور پھر کیا تھا، اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور نعمتیں سمٹ سمٹ کر ہر طرف سے وہاں پہنچنے لگیں، آج اسی مقام پر جو کل ہیبت ناک اور تپتا ہوا صحرا تھا، مقدس شہر مکہ واقع ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی جھڑی لگتی ہے۔

ایک عرصہ گذرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام ارشادِ ربانی پاکر پھر وہاں تشریف لائے، اب وہاں کچھ آبادی ہوگئی تھی، ننھے اسماعیل سروقد نظر آنے لگے تھے، حضرت ابراہیم علیہ السلامؑ بوڑھے ہوچکے تھے، بڑھاپے میں بچھڑی ہوئی اولاد پاکر محبت کی چنگاری شعلہ بن چکی تھی، اندیشہ تھا کہ یہ محبت خداوندی پر غالب نہ آجائے، اور اس کے تانے بانے کو جلا کر خاکستر کردے، اللہ تعالیٰ کو اپنے خلیل ابراہیم کے تعلق سے یہ بات کیوں کر پسند ہوسکتی تھی اس کا اندیشہ کرنا بھی خلیل اللہ کی ذات سے فروتر بات تھی، لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس موقع پر بھی شدید آزمائش سے گذارا، حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کردینے کا حکم ہوا، حضرت ابراہیم علیہ السلام تیار ہوگئے، بیٹے سے تذکرہ کیا، انھوں نے سر تسلیم خم

کرتے ہوئے فرمایا:

یَا اَبَتِ افْعَلْ مَاتُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْ اِنْ شَآءَ
اللّٰہُ مِنَ الصّٰابِرِیْنَ (سورہ الصافات)

(ابا جان! آپ کر گذریئے، جس کا آپ کو حکم دیا جا رہا ہے، ان شاء اللہ آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے۔)

لیکن حضرت اسماعیل کے گلے پر چھری چلنے سے پہلے خدا کی قدرت درمیان میں حائل ہوگئی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت اسماعیل کو ذبح کرانا مقصود نہ تھا، بلکہ اس محبت کو ذبح کرانا تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی، اور یہ محبت بیٹے کے گلے پر چھری رکھتے ہی ذبح ہو چکی تھی، قرآن پاک اس کی منظر کشی یوں کرتا ہے: جب دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو کروٹ کے بل لٹا دیا اور ہم نے انہیں آواز دی کہ ابراہیم تم نے خواب کو سچا کر دکھایا، بیشک ہم اسی طرح مخلصین کو بدلہ دیتے ہیں، بیشک یہ تھا کھلا ہوا امتحان اور ہم نے بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رکھ دی کہ ابراہیم پر سلام ہو، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیتے ہیں، وہ ہمارے ایماندار بندوں میں تھے۔

آج کی قربانی دراصل حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اسی قربانی کا عکس ہے، اور اس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے عظیم ایثار و قربانی کی یاد ہر سال تازہ ہوتی رہتی ہے تا کہ نفس انسانی

کے اندر عجز کا احساس پیدا کردے، اور اسے یہ سوچنے پر مجبور کردے کہ ہماری زندگی میں ایمان ویقین اور سپاس وخلوص کا کتنا جذبہ ہے۔ ہم نے کسی صلہ کی پروا کیے بغیر راہ حق میں کون کون سی قربانیاں دی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے غریب بندوں اور بے سہارا انسانوں کے لئے امداد واعانت کی کون سی سبیل پیدا کی ہے؟ دوسروں کے حق اور فرض ہمارے نزدیک کتنے محترم رہے ہیں؟ چور بازاری کرنے والے، کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ کرنے والے، قاتل، ذخیرہ اندوزی کرنے اور عوام کا خون چوسنے والے دشمن اور اسی طرح دوسری برائیاں پھیلا کر معاشرہ کو گندہ کرنے والے دراصل عہد حاضر کے نمرود ہیں، ان کو مٹانے اور ان شیطانی قوتوں سے مقابلہ کرنے کے لئے ہم نے ابراہیم اور اسماعیل علیہما السلام کی تعلیم کو کہاں تک اپنایا ہے؟

آج کے اس مبارک دن میں ہمیں یہی جائزہ لینا چاہئے، کیوں کہ ہمارے اوپر جو فرائض عائد کئے گئے ہیں، ان کی ادائیگی اسی وقت ہوسکتی ہے جب ہم اس مقدس دن کے پیغام کو سمجھیں اور سچے دل سے اس پر عمل کریں تاکہ یہ دن رسم ورواج کی محض ظاہریت کا شکار نہ ہو جائے، بلکہ سچائی بلند ہمتی، ایمان اور یقین، فدائیت وللّٰہیت، ایثار وقربانی، جانکاہی وجاں سپاری کی اس روح کو ایسا کرے جس پر آج کے دن کی اس عظیم وبے مثل قربانی کی بنیاد ہے۔

آج بھی ہو جو ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

حج بدل کب اور کیسے؟

حج کے لغوی معنی قصد کرنے کے ہیں۔ اصطلاح شریعت میں ''حج'' اشہر حج، حج کے مہینوں (شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ کے دس دن) میں مخصوص ارکان کی ادائیگی کی نیت سے مخصوص طریقہ پر کعبۃ اللہ کا قصد کرنے کو کہتے ہیں۔ حج اسلام کا چوتھا رکن ہے۔ ۹ھ میں مدینہ منورہ میں حج کی فرضیت کا حکم نازل ہوا۔ حضور اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد چار دفعہ عمرہ فرمایا اور حج ۱۰ھ میں لاکھوں صحابہ کرام کی معیت میں ادا فرمایا۔ زمانہ اسلام میں حضور اکرم ﷺ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا۔ اسی مناسبت سے آپ ﷺ کے حج کو حجۃ الوداع یعنی آخری حج کہا جاتا ہے۔ اسی موقع پر حضور ﷺ نے منیٰ میں وہ تاریخی خطبہ دیا تھا جسے خطبۃ الوداع کہا جاتا ہے جو اسلامی شریعت کا اہم منشور ہے۔ حج کی ادائیگی کعبۃ اللہ شریف میں حاضری کے بغیر ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے عالم اسلام کے ہر خطہ سے مسلمان جوق در جوق سوئے حرم روانہ ہوتے ہیں۔ اس حاضری کے شوق میں کلفتیں برداشت کرتے ہیں۔ زندگی کا اہم اندوختہ اس سفر میں صرف کر کے ایک روحانی مسرت محسوس کرتے ہیں۔ دنیا کے ہر گوشہ سے سوئے حرم کشاں کشاں بڑھتے ہوئے قافلے اس آیت کی عملی تصویر نظر آتے ہیں:

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا
وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

''اور لوگوں میں حج کے لیے ندا کر دو کہ تمہاری
طرف پیدل اور دبلے دبلے اونٹوں پر جو دور (دراز)
رستوں سے چلے آتے ہیں (سوار ہو کر) چلے
آئیں گے۔''

ایک پہاڑی پر چڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ آواز لگائی تھی۔ وہ آواز کیسی طاقتور تھی، کس بلا کی تاثیر رکھتی تھی۔ اس آواز پر لبیک کہنے والوں میں ماں کے پیٹ میں پرورش پانے والے بچے بھی تھے اور وہ روحیں بھی جو تخلیق کے عمل سے نہیں گذری تھیں اور آج لاکھوں کا مجمع اس آواز پر امڈا ہوا چلا آتا ہے۔ اگر حکومت انتظامی دشواریوں کی وجہ سے روک نہ لگائے تو یہ لاکھوں کا مجمع کروڑوں تک پہونچ جائے۔ یہ آواز اخلاص کی تھی۔ امر الٰہی کی اتباع میں تھی۔ لہٰذا وہ تاثیر میں لافانی اثرات کی حامل تھی۔

آج ہر مسلمان کی دلی خواہش ہوتی ہے کہ کاش اس پاک سرزمین ''حرمین شریفین'' کی حاضری کا اُسے کسی طرح شرف حاصل ہو جائے۔ کتنے خوش نصیب ہیں وہ جو اپنی زندگی میں اس شرف سے مشرف ہوئے اور کتنے باچشم نم محرومی کا احساس لئے استطاعت کے باوجود رخصت ہو گئے۔

لیکن اس مالک رحیم و کریم کا کتنا بڑا احسان ہے کہ اس نے ایسے لوگوں کی طرف سے اس فریضہ کی ادائیگی کی سبیل پیدا فرما دی ہے جو خود تو حاضر نہ ہو سکے لیکن ان کی طرف سے کوئی اور مناسک حج ادا کر لے تو اس

شرف کو حاصل کرنے والے ہو جائیں گے۔ عام اصطلاح میں اسی عمل کو حج بدل کہا جاتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

عن عبداللّٰه ابن بريده عن ابيه قال بيننا انا جالس عند رسول الله ﷺ اذ اتته امرأة فقالت انّى تصدقت على أمى بجارية وانها ماتت قال فقال وجب اجرك قالت انهالم تحج أنا احج عنها قال حجى عنها (مسلم ص ٣٦٤)

''حضرت عبداللہ اپنے والد حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ اچانک ایک خاتون خدمت عالیہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: حضور! میری والدہ کا انتقال ہو گیا۔ میں نے ان کی طرف سے ایک باندی آزاد کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا اجر و ثواب (ان کے لئے) لازم ہو گیا۔ پھر انھوں نے سوال کیا حضور ﷺ انھوں نے حج نہیں کیا تھا تو کیا میں ان کی طرف سے حج کروں۔ فرمایا ہاں! ان کی طرف سے تم حج کرو۔''

حج کب فرض ہوتا ہے:

زندگی میں ایک بار ہر عاقل، بالغ، صاحب استطاعت مسلمان

پر حج فرض ہوتا ہے۔ صاحبِ استطاعت سے مراد وہ مالی گنجائش ہے جو اپنے حواجِ اصلیہ (ضروریاتِ زندگی) اور اپنے متعلقین کے مصارف کے لئے (جو سفرِ حج کے زمانہ میں ہوں گے) اس کے پاس موجود ہو، اس کے علاوہ اس کے پاس اتنی رقم باقی رہ جاتی ہے کہ سفرِ حج کے مصارف وہ برداشت کر سکے، ایسی صورت میں اس شخص پر حج فرض ہوگا۔

اس طرح راستہ کا مامون ہونا اور خواتین کے لیے محرم کا پایا جانا بھی حج کی فرضیت کے لئے ضروری ہے۔ مذکورہ بالا شرطیں اگر کسی شخص میں پائی جائیں تو اس پر اسی سال حج فرض ہو جائے گا، جس سال اُسے یہ استطاعت حاصل ہوئی ہے۔ لہٰذا اب اسے تاخیر نہیں کرنی چاہیے، ٹال مٹول سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ایسا کرنے والے کے حق میں بڑی سخت وعید آئی ہے اور اگر اسی حال میں موت واقع ہو گئی اور اس نے حج ادا نہیں کیا تو اس کے لئے بڑی محرومی کی بات ہوگی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

> من ملك زادا و راحلة تبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهودياً أو نصرانياً۔
>
> ”جس کے پاس زاد و راحلہ (خوراکی اور سواری کا خرچ) مہیا ہو گیا (جو اس کو بیت اللہ تک

پہونچا سکے) پھر بھی اس نے حج نہ کیا تو عجب نہیں کہ وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرے۔(ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایسے شخص کے متعلق فرماتے تھے:

ما ھم مسلمین ماھم مسلمین "ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے، ایسے لوگ مسلمان نہیں ہو سکتے۔" اور فرماتے ہیں:

لا تجوز الصلوٰة علی المیت المستطیع الذی لم یحج

"ایسی میت کی جس نے باوجود استطاعت کے حج نہ ادا کیا ہو نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔"

حضرت سعید بن زبیرؒ، ابراہیم نخعیؒ، حضرت مجاہدؒ اور حضرت طاؤس وغیرہ بہت سے محدثین اور بزرگوں کا یہی فتویٰ ہے کہ ایسے شخص کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔ لہٰذا جس پر حج فرض ہو گیا ہو وہ ادائیگی میں عجلت کرے کہ مبادا سستی سے موت کا وقت قریب آجائے یا مفلسی وقلاش ہو جائے اور فریضہ حج سر پر رہ جائے، اسی لئے آنحضرت ﷺ نے یہ ہدایت بھی فرمائی ہے:

من اراد الحج فلیتعجل (ابو دائود)

"جو حج کا ارادہ رکھتا ہو تو اُسے حج کی دائیگی میں جلدی کرنی چاہیے۔"

الغرض بلا عذر شرعی حج کے فرض ہوتے ہی حج کے لئے نہیں گیا تو

سخت گناہگار ہوگا۔ اس سلسلے میں عام طور پر بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔ متمول حضرات حج کے لئے جانے میں مختلف بہانوں سے کام لیتے ہیں، کبھی اولاد کی شادی (جوابھی نابالغ ہے) بھی ٹال مٹول کا باعث بن جاتی ہے۔ حالانکہ اس سلسلے میں اصل مسئلہ یہ ہے۔

حج فرض ہوگیا تو حج کے لئے جانا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں کہ اولاد کی شادی ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو، نہ جانے پر گنہگار ہوگا۔ اولاد کی شادی کرائے بغیر حج فرض نہیں ہوتا اور حج کے لئے نہیں جا سکتا۔ یہ اعتقاد درست نہیں۔ (فتاویٰ رحیمیہ۔ ج ۲۔ ص ۶۲)

البتہ وہ اعذار شریعہ جن کی وجہ سے حج کو ملتوی کیا جاسکتا ہے، وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) مفلس ہو جانا۔ (۲) ظالم حاکم کا خوف (۳) قید خانہ میں جانا۔ (۴) راستہ کا غیر مامون ہونا۔ (۵) مرض کی وجہ سے سفر نہ کر سکے۔ (۶) عورت کا شوہر یا محرم نہ ہو۔ (۷) عورت عدت میں ہو۔ ان اعذار کے دور ہو جانے پر خود حج کو جانا ضروری ہے ورنہ حج بدل کی وصیت لازم ہے۔

حج بدل کی فضیلت اور اس کا ثواب:

موقع اور محل کی مناسبت سے حج بدل کی فضیلت سے متعلق چند حدیثوں کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے۔

(۱) ایک حج) بدل) کے عوض تین آدمی جنت میں جائیں گے۔ (i) مردہ (جس کی طرف سے حج کیا جائے۔ (ii) حج کرنے والا۔ (iii) حج

بدل کرانے والا۔

(۲) جو شخص کسی طرف سے حج کرے اس کو اور جس کی طرف سے حج کر رہا ہے دونوں کو برابر ثواب ملتا ہے۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی میت کی طرف سے حج (بدل) کیا تو میت کے لئے ایک حج (کا ثواب) لکھا جائے گا اور حج کرنے والے کے لئے سات حج کا۔

(۴) جابر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ جس نے اپنے والدین کے لئے حج کیا تو اس کے دس حج شمار ہوں گے۔

(۵) جس شخص نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا ان کی طرف سے فرض ادا کیا تو وہ قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا۔

ان بیان کردہ حدیثوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ حج بدل کا بہت زیادہ ثواب ہے اور ثواب کی زیادتی کا دار و مدار حج کرانے اور کرنے والوں کی نیت و خلوص پر ہے۔ اس لئے اگر کوئی سعادت مند بیٹا اپنے والدین کی طرف سے کسی کو حج (بدل) کرادے یا ان کی طرف سے خود حج کرے تو بڑا ثواب کا کام ہے اور جب کہ والدین میں سے کسی ایک پر حج بھی فرض ہو چکا ہو اور انھوں نے مرنے سے پہلے وصیت نہ کی ہو تو ایسی صورت میں اولاد پر ان کی طرف سے حج کرادینا مستحب ہے۔

آمر و مامور:

یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ حج بدل میں ایک آمر ہوتا ہے اور دوسرا

مامور۔ یا یوں کہہ لیجیے کہ جو حج کراتا ہے اس کو آمر کہتے ہیں اور جو کسی کی طرف سے حج کرتا ہے، اس کو مامور کہتے ہیں۔ حج جس طرح فرض و نفل دونوں صورتوں میں پایا جاتا ہے، اسی طرح حج بدل فرض بھی ہوتا ہے اور نفل بھی۔ حج نفل اور اسی طرح عمرہ نفل اس شخص کی طرف سے کرنا جائز ہے جو اس فریضہ کو ادا کر چکا ہو اور دوبارہ مشغولیت کی وجہ سے نہ جا سکتا ہو۔ نفلی حج میں اس قید کا لحاظ بھی ضروری نہیں ہے۔

حج بدل کب فرض ہوتا ہے:

کسی شخص پر حج فرض ہو گیا ہو اور اُسے حج کا زمانہ بھی ملا، لیکن اس وقت قدرت کے باوجود اس نے حج نہیں کیا، بعد میں یہ قدرت جاتی رہی اور وہ عاجز ہو گیا تو اس پر کسی دوسرے سے حج کرانا فرض ہے۔ خواہ اپنی زندگی میں کرائے یا مرنے کے بعد حج کرانے کی وصیت کر جائے۔ اس پر وصیت واجب ہے اور اگر شرائط وجوب حج تو پائے گئے لیکن ادا کرنے کا وقت نہیں ملا یا حج کو جاتے ہوئے راستہ میں مر گیا تو اس کے اوپر سے حج ساقط ہو گیا اور اس پر حج کرانے کی وصیت واجب نہیں۔ لیکن جس سال حج واجب ہوا، اس سال نہ جا کر بعد میں گیا ہو اور راستہ میں انتقال ہو گیا ہو تو وصیت واجب ہوگی۔

اسباب عجز:

موت، قید، ایسا مرض کہ جس کے دور ہونے کی امید نہ ہو، جیسے فالج، اندھا ہونا، لنگڑا ہونا، اتنا بوڑھا ہونا کہ سواری پر بیٹھنے کی قدرت نہ

رہے۔ان تمام اعذار کا موت تک باقی رہنا تحقیق عجز کے لئے شرط ہے۔

حج بدل کی شرائط:

(۱) حج نفل میں تو حج کرنے والے کے اندر اہلیت یعنی عقل وتمیز اور اسلام کا ہونا کافی ہے البتہ حج فرض ہو تو جو شخص کرائے اس پر حج فرض ہو۔ صحیح وتندرست بھی ہو، اگر کسی نے حج فرض ہونے سے پہلے حج کرادیا اور بعد میں مالدار ہو گیا تو پھر دوبارہ حج کرانا فرض ہے۔ پہلا حج نفل ہوگا فرض نہ ہوگا۔

(۲) موت کے وقت تک عاجز رہنا، اگر مرنے سے پہلے عذر جاتا رہا اور خود قادر ہو گیا تو خود کرنا واجب ہوگا۔

(۳) احرام کے وقت آمر کی طرف سے حج کی نیت کرنا۔اگر افعال حج شروع کرنے سے آمر کی طرف سے نیت نہیں کی تو حج فرض آمر کا ادا نہ ہوگا۔مصارف واپس کرنا مامور پر لازم ہوگا۔

(۴) حج یا عمرہ جس چیز کا حکم آیا ہے اس کے لئے سفر کرنا۔اگر حج کا حکم کیا لیکن مامور نے اول عمرہ کیا پھر میقات پر لوٹ کر اسی سال یا آئندہ سال حج کا احرام باندھا تو آمر کا حج نہ ہوگا۔

(۵) آمر کی میقات سے احرام باندھنا۔اگر مامور نے میقات سے عمرہ کا احرام باندھا اور مکہ معظمہ جا کر حج کا احرام باندھا اور حج کیا تو آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔

(۶) آمر کی مخالفت نہ کرنا۔یعنی صرف حج کا حکم کیا تھا اور مامور نے

تمتع کیا تو مخالفت ہوگا اور ضمان دینا واجب ہوگا اور حج مامور کا ہوگا۔ اسی طرح اگر قران کیا تو بھی مخالف ہوگا اور ضمان دینا ہوگا۔ البتہ قران آمر کی اجازت سے کرنا جائز ہے۔ لیکن دم قران اپنے پاس سے دینا ہوگا۔ آمر کے روپیہ سے دینا جائز نہیں اور تمتع کرنا تو اجازت سے بھی جائز نہیں۔

مفتی سعید صاحب نے اپنے ایک فتویٰ میں اس موقع پر لکھا ہے:

''حج بدل کرنے والے کو آمر کی بلا اجازت تو تمتع کرنا کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، لیکن اگر آمر تمتع کی اجازت دے دے تو بعض علماء کہتے ہیں، مگر محققین کی رائے یہی ہے کہ حج بدل والے کو آمر کی اجازت سے بھی تمتع کرنا جائز نہیں۔ اگر تمتع اجازت سے کرے گا تو ضمان نہ ہوگا، لیکن آمر کا حج ادا نہ ہوگا۔ ملا علی قاریؒ نے ''شرح لباب'' میں اور مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے زبد المناسک میں عدم جواز ہی کو اختیار کیا ہے اور حضرت الاستاذ مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ مہاجر مدنی شارح سنن ابی داؤد بھی عدم جواز ہی کا فتویٰ دیتے تھے۔ اس لئے حج بدل والوں کو محض سہولت اور احرام کی طوالت سے بچنے کے لئے تمتع کر کے آمر کے حج کو خراب نہ کرنا چاہئے اور آمر کو چاہئے کہ بدل کرنے والے کو خاص طور سے ہدایت کر دے کہ تمتع نہ کرے۔ (سعید احمد غفرلہ)

جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا، اگر وہ کسی دوسرے کی طرف سے حج کرے تو حج ہو جائے گا لیکن مکروہ ہے۔ بعض علماء کے نزدیک تو مکہ مکرمہ پہنچتے ہی اس پر اپنا حج فرض ہو جائے گا اور اس کو وہاں ٹھہر کر آئندہ سال اپنا

حج کرنا واجب ہوگا اور یہ مشکل ہے، اس لئے احتیاط یہ ہے کہ ایسے شخص سے حج نہ کرایا جائے۔

ایسے شخص سے حج کرانا افضل ہے جو عالم باعمل ہو اور مسائل سے خوب واقف ہو اور اپنا حج فرض پہلے کر چکا ہو۔ اس لئے کہ جس پر حج فرض ہو چکا ہو، اس کو حج بدل کے لئے بھیجنا مکروہ تنزیہی ہے اور جانے والے کے لئے مکروہ تحریمی ہے۔ کیوں کہ وہ اپنے فریضۂ حج کو اپنے ذمہ رکھ کر دوسرے کی طرف سے حج بدل کو جاتا ہے۔ اولاً اس کو اپنے فریضۂ حج سے سبکدوش ہونا چاہئے تھا۔

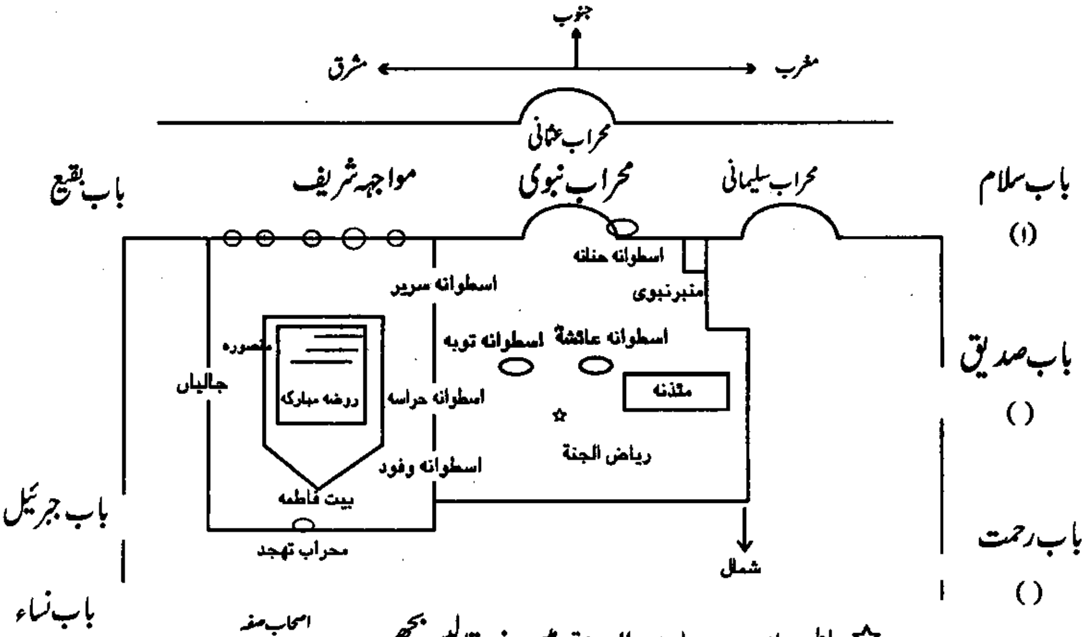

☆ بطور علامت ریاض الجنة میں سفید قالین بچھی ہے۔

نقشہ جنت البقیع

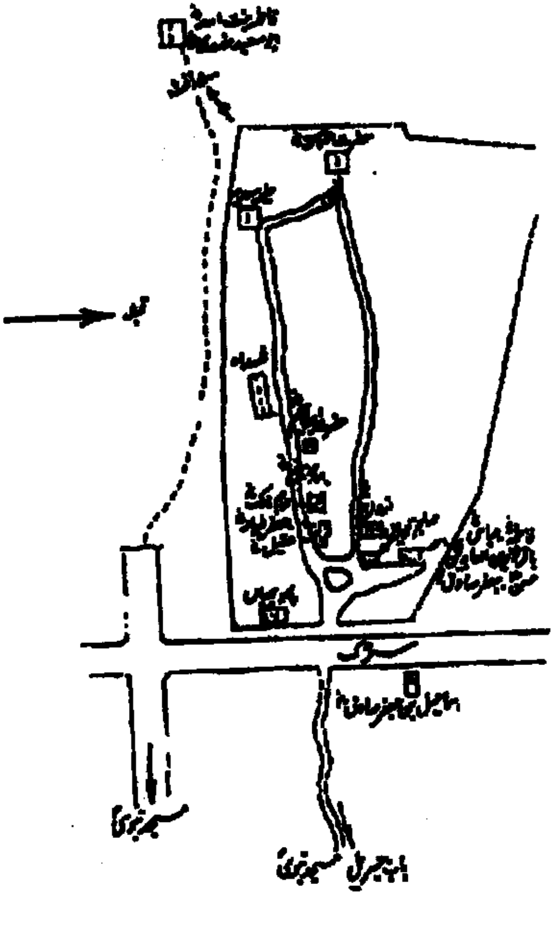

حج کی فرضیت اور اس کے احکام

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًاط وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ ہ

اور لوگوں کے ذمہ ہے حج کرنا اللہ کے لئے اس مکان کا (یعنی) اس شخص کے ذمہ جو وہاں تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو، اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے نیاز ہے۔

حج ہر صاحب استطاعت عاقل، بالغ مسلمان پر اس کی استطاعت ہو جانے پر زندگی میں کم از کم ایک بار فرض ہے اور اس کے ادا کرنے پر بہت اجر و ثواب ملتا ہے، ترک کرنے والا گنہگار اور فاسق ہے اس پر عذاب ہوگا اور اس کی فرضیت کا انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سفر حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اللہ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں۔ (ترمذی)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس آدمی نے حج کیا اور اس میں نہ تو کسی شہوانی اور فحش بات کا

ارتکاب کیا اور نہ اللہ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسا پاک وصاف ہو کر واپس ہوگا جیسا اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔ (بخاری)

لسانِ نبوتؐ نے حج کی فضیلت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے بلند درجہ کا بہت اہتمام اور تاکید کے ساتھ ذکر کیا ہے، اس لئے کہ اسی سے دل میں طلب وشوق اور ایمان واحتساب کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور جب تک یہ دونوں کسی عمل کے ساتھ وابستہ نہ ہوں اور اس کا محرک نہ بنیں، اس عمل میں اللہ کے نزدیک کوئی قیمت نہیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''حج مبرور کا جنت سے کم کوئی بدلہ نہیں''۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے ایک دوسری حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جس نے اللہ کے لئے حج کیا اور بدکلامی وبدگوئی اور فسق وفجور سے اپنے کو محفوظ رکھا، تو وہ ایسا ہو جائے گا جیسا اس دن تھا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا''۔ عبداللہ بن مسعودؓ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ ''حج اور عمرہ کے درمیان متابعت کرو، اس لئے کہ یہ دونوں گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے یا سونے چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت سے کم کوئی چیز نہیں، اور جب مومن احرام میں ہوتا ہے تو سورج غروب ہونے کے ساتھ اس کے تمام گناہ بھی زائل ہو جاتے ہیں''۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''کوئی دن ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اتنی

بڑی تعداد میں جہنم سے آزاد کرتا ہو جتنا عرفہ کے دن"۔(مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل افضل ہے، آپؐ نے فرمایا"اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان" عرض کیا گیا، اس کے بعد کیا، فرمایا۔"اللہ کے راستہ میں جہاد"۔ دریافت کیا گیا اس کے بعد کون سا۔ فرمایا"حج مبرور"۔(متفق علیہ)

ماخوذ از حج کے چند مشاہدات واحساسات
مؤلفہ: حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

حج کی تین قسمیں ہیں

۱۔حج افراد

افراد کے معنی اکیلا کرنے کے ہیں، میقات پر گزرنے سے پہلے صرف حج کی نیت کرے اور اس کا احرام باندھے، حج کو عمرہ کے ساتھ جمع نہ کرے یعنی حج کے مہینوں میں عمرہ بالکل نہ کرے اس قسم کے حج کرنے والے کو مفرد کہتے ہیں، اہل مکہ اور اہل حل یعنی میقات اور حدود حرم کے درمیان رہنے والے لوگ جیسے جدہ میں مقیم لوگوں کے لئے صرف افراد ہے، تمتع اور قران نہیں۔

۲۔حج قران

قران کے لفظی معنی دو چیزوں کو ملانے کے ہیں، حج کے ساتھ عمرہ کو بھی اول ہی سے جمع کرے یعنی عمرہ اور حج دونوں کا بیک وقت ملا کر احرام باندھے ایسا حج کرنے والے کو قارن کہتے ہیں اس کو عمرہ کے طواف اور سعی سے فارغ ہو کر حالت احرام میں رہنا ہوگا، وقوف عرفہ سے پہلے طواف قدوم کرنا ہوگا جو سنت ہے، خیال رہے کہ عمرہ کا طواف الگ ہے اور طواف قدوم اس کے علاوہ ہے، طواف قدوم کے بعد قارن کو سعی کرنا افضل اور سنت ہے، اگر طواف قدوم کے بعد سعی نہ کی تو طواف زیارت کے بعد سعی کرنی ہوگی۔

۳۔ حج تمتع

تمتع کے لفظی معنی نفع اٹھانے کے ہیں، حج کے ساتھ عمرہ کو اس طرح جمع کرے کہ حج کے مہینوں میں میقات پر گزرنے سے پہلے صرف عمرہ کا احرام باندھے اس میں حج کو شریک نہ کرے پھر مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہوکر بال کٹوانے یا منڈوانے کے بعد احرام اتار دے اور وطن واپس نہ آئے، پھر آٹھ ذی الحجہ کو مکہ مکرمہ میں حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال ادا کرے، ایسا کرنے والے کو متمتع کہتے ہیں، یہ بھی صرف آفاقی کے لئے ہے، غیر آفاقی یعنی اہل مکہ اور اہل حل تمتع نہیں کر سکتے، اگر کریں گے تو گنہگار ہوں گے اور دم واجب ہوگا۔

حج پر جانے والے بعض حضرات مکہ مکرمہ پہنچ کر اور عمرہ سے فارغ ہوکر اپنے رشتہ داروں کے پاس قیام کے لئے جدہ آجاتے ہیں، ان کا پہلے ہی سے حج تمتع کا ارادہ ہے اس لئے جب ۸/ذی الحجہ کو حج کے لئے روانہ ہوں تو قران کی نیت نہ کریں ورنہ دم لازم ہوجائے گا اور شرعاً قران بھی نہ ہوگا۔

فرائض حج

فرائض حج تین ہیں اور ان تینوں فرائض کا ترتیب وار ادا کرنا اور ہر فرض کو اس کے مخصوص مکان اور وقت میں ادا کرنا واجب ہے۔ ان تینوں فرضوں میں سے اگر کوئی چیز چھوٹ جائے گی تو حج نہیں ہوگا اور اس کی تلافی دم یعنی قربانی وغیرہ سے بھی نہیں ہوسکتی۔

۱۔ احرام باندھنا یعنی حج کی دل سے نیت کرنا اور تلبیہ یعنی لبیک

اللھم لبیك..الخ پڑھنا۔

۲۔وقوف عرفات یعنی ۹/ذی الحجہ کوزوال آفتاب کے بعد سے ۹/ذی الحجہ کی غروب آفتاب تک عرفات میں کسی وقت ٹھہرنا اگرچہ ایک لمحہ ہی کیوں نہ ہو حج کا رکن ہے۔سنت ہے کہ زوال کے فوراً بعد وقوف شروع کردے۔

۳۔طواف زیارت جو۱۰/ذی الحجہ کی صبح سے ۱۲/ذی الحجہ کوغروب آفتاب تک سر کے بال منڈوانے یا کتروانے کے بعد کیا جاتا ہے، یہ بھی حج کا رکن ہے۔

واجبات حج

واجبات کا حکم یہ ہے کہ اگر ان میں سے کوئی واجب چھوٹ جائے توحج تو ہوجائے گا خواہ قصداً چھوڑا ہو یا بھول کر لیکن اس کی جزاء لازم ہوگی خواہ قربانی یا صدقہ، خیال رہے کہ بلاعذر واجب کوچھوڑنا گناہ ہے، جزاء دینے سے گناہ معاف نہیں ہوگا، گناہ کی معافی کے لئے توبہ شرط ہے۔

واجبات یہ ہیں:

۱۔وقوف مزدلفہ یعنی مزدلفہ میں وقوف کے وقت تک قیام کرنا۔

۲۔صفااور مروہ کے درمیان سعی کرنا۔

۳۔رمی جمار یعنی کنکریاں مارنا۔

۴۔قارن اور متمتع کوقربانی کرنا۔

۵۔حلق یعنی سر کے بال منڈوانا یا کتروانا۔

۶۔آفاقی یعنی میقات سے باہر رہنے والے کوطواف وداع کرنا۔

نیت:

اے اللہ تیری رضا کے لئے عمرہ اور حج کا سفر کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو مجھ سے قبول فرما اور میرے لئے اس سفر کی منزل کو آسان فرما۔ آمین۔ گاڑی، ٹرین، ہوائی جہاز پر سفر کے دوران اللہ سے سفر کی سلامتی کی دعا کرے، باوضو رہے تو بہتر ہے، استغفار اور درود شریف کا ذکر کرتا رہے۔ جہاز پر یا جہاز پر سوار ہونے سے پہلے غسل یا وضو کرے، عمرہ کی نیت کے ساتھ تین مرتبہ تلبیہ پڑھ کر عمرہ کا احرام باندھ لے:

تلبیہ

"لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَاشَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ".

"میں حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں بے شک حمد اور شکر کا مستحق تو ہی ہے، انعام واحسان تیرا ہی کام ہے، بادشاہی تیری ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں"۔

پھر دو رکعت نفل نماز پڑھے، نماز کی پہلی رکعت میں "قُلْ يَا اَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد" پڑھنا بہتر ہے، عمرہ کا احرام باندھنے کے وقت سے طواف شروع کرتے وقت تک کثرت سے تلبیہ پڑھے۔

مکہ معظمہ پہنچ کر جو پہلا طواف آپ کریں گے وہ عمرہ کا طواف ہے، اس کے بعد آپ کو سعی کرنا ہوگی، جس طواف کے ساتھ سعی کرنی ہے، اس میں رمل اور اضطباع کیا جاتا ہے۔ طواف کے دوران باوضو رہنا

ضروری ہے۔ سات چکروں میں طواف پورا ہوتا ہے۔ رمل چھوٹے چھوٹے قدم کے ساتھ چلنے کو کہتے ہیں، اضطباع اوپر کی چادر کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو کہتے ہیں۔

حجر اسود کو بوسہ دیں یا استلام کرنے کے بعد طواف شروع کریں، سات چکروں میں طواف پورا ہوتا ہے۔ حجر اسود کے استلام کے ساتھ ہی تلبیہ ختم کر دیں پہلے تین چکروں میں رمل اور اضطباع کیا جاتا ہے۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کریں، پھر صفا پر پہنچیں اور صفا مروہ کی سعی کے بعد حجامت بنوا کر احرام کھول دیں۔

عمرہ کا طریقہ

عمرہ کا احرام میقات سے باندھ کر دو رکعت نفل نماز پڑھیں اور یہ نیت کریں۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ الۡعُمۡرَۃَ فَیَسِّرۡھَا لِیۡ وَتَقَبَّلۡھَا مِنِّیۡ

''اے اللہ عمرہ کی نیت کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان کر اور قبول فرمالے''

اس کے ساتھ ہی تلبیہ پڑھیں۔

''لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیۡکَ لَاشَرِیۡکَ لَکَ لَبَّیۡکَ اِنَّ الۡحَمۡدَ وَالنِّعۡمَۃَ لَکَ وَالۡمُلۡکَ لَا شَرِیۡکَ لَکَ''.

''میں حاضر ہوں، اے اللہ میں حاضر ہوں، تیرے حضور حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، بے شک حمد اور شکر کا مستحق تو ہی ہے، انعام واحسان تیرا ہی کام ہے، بادشاہی تیری ہی ہے، اور تیرا کوئی شریک نہیں''۔

طواف کی نیت اور طریقہ

طواف رکن ہے۔طواف حجر اسود کے سامنے سے شروع کیا جاتا ہے اور سات چکر ہو جانے پر ایک طواف پورا ہو جاتا ہے، حجر اسود کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں کہ آپ کا داہنا کندھا حجر اسود کے بائیں کنارے کی سیدھ میں ہو اور پورا حجر اسود آپ کے داہنی جانب ہو۔ یہاں کھڑے ہو کر آپ طواف کی نیت کریں۔طواف میں نیت فرض ہے۔

طواف کی دعا

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

پاک ہے اللہ کی ذات۔اور سب تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں، اور اللہ بہت بڑا ہے اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ کی مدد کے بغیر ہم گناہ سے نہ بچ سکتے ہیں اور نہ نیکی کر سکتے ہیں۔

طواف اور سعی میں کسی مخصوص دعا و ذکر کا پڑھنا ضروری نہیں ہے جو بھی دعا و ذکر میسر ہو اس کو پڑھنا کافی ہے۔

دعا کے بعد داہنی طرف ہٹ کر حجر اسود کے بالکل مقابل اس طرح کھڑے ہوں کہ حجر اسود سینہ اور منھ (چہرے) کی سیدھ میں سامنے ہو، اس کو کہتے ہیں حجر اسود کا استقبال۔نیت کے بعد پہلی دفعہ حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَر وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ پڑھے، اس کو داہنے ہاتھ سے چھوئے ممکن ہو تو بوسہ دے یا پھر استلام کرے، یعنی اپنے

دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں حجر اسود کے سامنے کر کے بس اپنی ہتھیلیوں کو چوم لے، شریعت کے مطابق یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حجر اسود کا چومنا، اس کو استلام کہتے ہیں، لیکن دھکے دے کر زور آزمائی نہ کرے، زبردستی کا دھینگا مشتی نہ کرے، تکلیف نہ پہنچائے ایسا کرنا سخت بے ادبی اور بڑے گناہ کی بات ہے، بہت احتیاط کرنی چاہئے، اگر استلام بھی مشکل ہو تو اللہ اکبر کہہ کر اشارہ ہی کرے لیکن جس چیز سے اشارہ کرے اس کو بوسہ نہ دے، استلام طواف کے ہر پھیرے میں کیا جاتا ہے، بعض لوگ نماز کی طرح دونوں ہاتھ ہر پھیرے میں اٹھاتے ہیں جو صحیح نہیں ہے اگر طواف کے چکروں میں شک ہو جائے تو کم تعداد پر اپنے یقین کی بنیاد رکھے۔ یعنی اگر شک شبہ ہو جائے کہ تین کئے یا چار تو اس کو تین ہی سمجھے، اسی طرح سعی میں بھی کرے۔

جب رکن یمانی پر پہنچے تو اس کو دونوں ہاتھ سے یا صرف داہنے ہاتھ سے چھونا سنت ہے، اگر ہاتھ لگانے کا موقع نہ مل سکے تو اس کی طرف اشارہ نہ کرے، ایسے ہی گزر جائے اور یہی بہتر ہے اس لئے کہ عام لوگ رکن یمانی کو ہاتھ لگاتے وقت آداب طواف کا خیال نہیں کرتے، رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھنی مستحب ہے۔

"رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَاعَذَابَ النَّارِ".

جب لوٹ کر حجر اسود کے سامنے پر پہنچے تو پہلے حجر اسود کا استقبال کرے۔ یعنی سینہ اور منہ حجر اسود کی طرف کرے اور پھر اس طرح سے استلام کرے جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے، لیکن ہاتھ کانوں تک نہ اٹھائے، کانوں تک ہاتھ اٹھانا صرف شروع طواف میں ہے۔

خیال رہے کہ شروع طواف اور ختم طواف ملا کر حجر اسود کا آٹھ مرتبہ استلام ہوتا ہے۔ اول شروع کرتے وقت اور آٹھواں ساتویں چکر کے بعد۔ ''پہلی اور آٹھویں مرتبہ بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے''۔ باقی میں بعض کے نزدیک سنت ہے اور بعض کے نزدیک مستحب ہے، استلام نہ کرنا مکروہات طواف میں ہے۔ اس لئے کراہت سے بچتے ہوئے ہر چکر پر استلام کرے اور جب استلام سے فارغ ہو جائے تو چلنے سے پہلے یعنی کھڑے ہونے کی حالت میں اپنی دائیں طرف مڑ جائے اور بیت اللہ کو اپنی بائیں طرف کرے اور اسی حالت پر ہو جائے جس پر طواف کرتے ہوئے بیت اللہ شریف کی طرف منہ کرنے سے پہلے تھا، پھر طواف شروع کرے۔

طواف کے تین چکروں میں رمل کریں۔ اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھتے ہوئے تیزی سے چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ طواف کے باقی چکروں میں رمل نہ کریں، عورتیں رمل نہ کریں، اور نہ اضطباع۔ احرام کی اوپر والی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں۔

طواف کے چکروں میں ہر چکر کے اجزاء کا لگاتار ہونا سنت مؤکدہ ہے، اس لئے طواف کرتے ہوئے کسی عذر کے بغیر نہ رکے نہ ٹھہرے۔ ارکان بیت اللہ پر یا مطاف کی کسی اور جگہ پر دعا کے لئے کھڑا ہونا مکروہ ہے۔

طواف کی حالت میں کثرت سے اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہنا چاہیئے، طواف کی دعاؤں کے ساتھ ساتھ درود شریف پڑھتا رہے، کیونکہ درود شریف افضل عبادت ہے، بیت اللہ کے ارکان کے نزدیک درود شریف

پڑھنا اور بھی افضل ہے، اکثر لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ طواف اس وقت تک مکمل نہیں ہوگا جب تک کتابوں میں لکھی ہوئی ہر چکر کی الگ الگ دعائیں نہ پڑھی جائیں۔ یہ خیال غلط ہے، اس کی کوئی اصل نہیں ہے، طواف کے لئے نیت شرط ہے، اس کے بعد بالکل خاموش رہنا اور کچھ نہ پڑھنا بھی جائز ہے، جو بھی ذکر و دعا میسر ہو اس کا پڑھنا کافی ہے۔

جب طواف سے فارغ ہو جائے تو اپنی چادر کو اوڑھ لے، ملتزم کی دعا ختم کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز طواف واجب ادا کرے، بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں "قُلْ یَا اَیُّهَا الْکَافِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے، نماز طواف اور ملتزم کی دعا سے فارغ ہو کر آب زمزم پئیں، زمزم خوب پیٹ بھر کر پینا چاہئے۔ عورتوں کے لئے پردہ اور ترک زینت ضروری ہے، عورتوں کو جس چیز سے سختی کے ساتھ پرہیز کرنا ضروری ہے ان کا زینت اور مہکنے والی خوشبوؤں کو لگا کر بے پردگی کے ساتھ طواف کرنا، طواف کی حالت میں پردہ کرنا اور زینت سے بھی پرہیز کرنا ان کے لئے ضروری ہے، اگر حجر اسود کو چھونے اور بوسہ دینے کی گنجائش نہ ہو تو مردوں کے ساتھ کشمکش کرنا ان کے لئے جائز نہیں ہے، اس وقت ان کو چاہئے کہ مردوں کے پیچھے ہو کر طواف کریں یہ ان کے لئے مردوں سے بھڑ کر بیت اللہ کے قریب طواف کرنے سے زیادہ بہتر اور ثواب کے اعتبار سے بھی زیادہ ہے، اور محرم کو طواف کی حالت میں حدث اور جنابت سے پاک رہنا چاہئے اور اپنے رب کے آگے متواضع رہنا چاہئے، اور طواف کی حالت میں کثرت سے اللہ کا ذکر اور دعا کرتے رہنا چاہئے۔

صفامروہ کی سعی

صفا پہاڑی پر جاتے وقت یہ دعا پڑھیں:

إِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ اَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ

(ترجمہ) جس سے اللہ نے ابتداء فرمائی میں بھی اسی سے شروع کرتا ہوں، بے شک صفا اور مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں۔

صفا پر پہنچ کر بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ اٹھائیں اور بلند آواز سے تین مرتبہ اللہ اکبر اور یہ دعا پڑھیں:

لَاإِلٰـهَ إِلَّا اللّٰـهُ وَحْـدَهُ لَا شَـرِيْكَ لَـهُ، لَـهُ الْمُلْكُ وَلَـهُ الْحَمْدُ وَهُـوَعَـلـىٰ كُـلِّ شَـيْءٍ قَـدِيْـرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ اَنْجزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَعَبْدَهُ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهُ". (حصن المسلم:۲۰۷)

اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اسی کے لئے ملک ہے اور اسی کے لئے حمد ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اکیلا ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے لشکروں کو شکست دی۔

صفا اور مروہ بھی ان مقامات میں سے ہیں جہاں دعا قبول ہوتی ہے، اس لئے خوب گڑگڑا کر اپنے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگنی چاہئے۔

صفا سے مروہ تک ایک چکر ہے اور مروہ سے صفا تک دوسرا چکر ہے، اس طرح سات چکر پورے کرنے ہوتے ہیں، درمیان میں میلین اخضرین کے درمیان دوڑ کر چلنا پڑتا ہے، اس جگہ کو سبز ستونوں اور بتیوں

کے درمیان نمایاں کردیا گیا ہے عورتیں دوڑ کر نہ چلیں، سعی میں جہاں تک ممکن ہو ذکر و دعا کرتے رہنا چاہئے، اور حدث اور نجاست سے بھی پاک ہونا چاہئے اور بغیر وضو کے سعی کرلی جائے تو جائز ہے، اس طرح اگر طواف کے بعد عورت کو حیض آجائے یا نفاس والی ہو جائے، اور وہ سعی کرے تو اس کی سعی ہو جائے گی، اس لئے کہ سعی میں طہارت شرط نہیں ہے، بلکہ مستحب ہے جب سعی مکمل کرے تو عورتیں اپنے بالوں کے کناروں سے اپنی انگلی کے پور کے برابر بال کاٹ لیں، عورت اس سے زیادہ بال نہ کاٹیں اور مرد اپنے سر کے بال منڈوالے یا چھوٹے کروالے، مردوں کے لئے بال منڈوانا افضل ہے۔

سعی کے بعد تمتع کی نیت سے جن حضرات نے احرام باندھا تھا چونکہ عمرہ کر رہے ہیں، اس لئے سر منڈوالیں یا ترشوالیں اور احرام کھول دیں، افراد یا قران والے احرام کی حالت میں ہی رہیں گے۔

مناسک حج

فجر کے بعد منیٰ	۸/ذی الحجہ
عرفات	۹/ذی الحجہ
مزدلفہ	۹/ذی الحجہ کی شب
منیٰ	۱۰،۱۱،۱۲/ذی الحجہ

پہلا دن ۸/ذی الحجہ

جن لوگوں نے عمرہ کے بعد احرام کھول دیا تھا وہ ۸/ذی الحجہ کو فجر کی نماز کے بعد مکہ مکرمہ سے احرام باندھ لیں، دو رکعت نماز سر ڈھک کر پڑھیں، سلام پھیرتے ہی حج کی نیت کریں۔

نیت:

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ".

اس کے بعد بلند آواز سے تین بار تلبیہ اور عورتیں آہستگی کے ساتھ تلبیہ: "لَبَّیْکَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ". پڑھیں پھر زیادہ سے زیادہ ذکر ودرود شریف واستغفار میں مشغول رہیں، مکہ مکرمہ سے سورج نکلنے کے بعد منیٰ پہنچ کر منیٰ میں ظہر، عصر، مغرب، عشاء کی نمازیں پڑھنا اور رات میں قیام کرنا نیز فجر کی نماز بھی منیٰ میں ادا کرنا ضروری ہے۔

دوسرا دن ۹/ذی الحجہ

فجر کی نماز منیٰ میں ادا کر کے سورج نکلنے کے بعد منیٰ سے تلبیہ، استغفار اور درود شریف پڑھتے ہوئے عرفات روانہ ہو جائیں۔

عرفات

ایک اذان سے دو تکبیروں کے ساتھ ظہر کے وقت ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے پڑھیں، ظہر اور عصر کو جمع کرنے کے لئے جماعت کا ہونا شرط ہے، اگر جماعت فوت ہو جائے تو پھر ظہر اپنے وقت پر اور عصر اپنے وقت پر پڑھیں۔ زوال کے بعد وقوف عرفات کا وقت شروع ہوتا ہے، اس لئے زوال کے بعد عرفات میں رہنا ضروری ہے، میدان عرفات میں سورج غروب ہونے تک قیام کریں، قبلہ رخ ہو کر دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا میں مشغول ہو جائیں۔

عرفات میں اس دعا کے پڑھنے کی بہت فضیلت آئی ہے۔

لَاالٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ، لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَعَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ.

اور سورہ اخلاص یعنی "قُلْ ھُوَاللّٰہُ اَحَدٌ" اور "اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍوَعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ کَمَاصَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ" پڑھیں۔ جو شخص یہ دعا پڑھے گا، اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم فرمائے گا، اے میرے فرشتوں اس بندے کی جزا کیا ہے، جس نے میری تسبیح اور تکبیر وثنا کی ہے اور میرے رسول پر درود بھیجا

ہے،اے فرشتوں تم گواہ رہو، میں نے اس کو بخش دیا اور اس کی شفاعت قبول کی، اگر تمام عرفات کے لئے شفاعت کرتا ہے تو بھی اس کی شفاعت قبول کروں گا۔ نیز استغفار بھی پڑھتا رہے۔

اَسْتَغْفِرُاللّٰهَ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ.

میں توبہ کرتا ہوں اس اللہ کے سامنے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے۔

یا اپنی زبان میں دعا مانگے کہ اے اللہ ہم تجھ سے وہ بھلائی مانگتے ہیں جو تیرے پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگی اور ہر اس بری چیز سے پناہ مانگتے ہیں جس سے تیرے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی اور تجھ سے ہی مدد کی امید رکھتے ہیں، اور منزل مقصود تک پہنچانا تیرا کام ہے۔ تیرے بغیر کوئی قوت والا نہیں ہے وغیرہ وغیرہ۔ جہاں تک ہوسکے یہ دعا اور ذکر کھڑے ہوکر کی جائے، یعنی یہ سنت ہے آج کے دن حاجی حضرات کے لئے۔ عرفات کے میدان میں مغرب کی نماز پڑھنا منع ہے، مغرب کی نماز پڑھے بغیر عرفات سے مزدلفہ روانہ ہوجائے۔

مزدلفہ میں مغرب وعشاء کی نماز جمع کر کے پڑھنا ہے، یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے نماز تنہا یا جماعت سے پڑھی جائے دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے۔

مزدلفہ میں رات میں قیام کرنا

وقوف مزدلفہ واجب ہے۔ مزدلفہ میں صبح صادق تک ٹھہرنا ضروری ہے، اگر کوئی شخص صبح صادق سے پہلے نکل جائے تو اسے دم دینا

ہوگا، اس رات میں جتنا ہو سکے خوب دل سے اللہ کا ذکر کیا جائے اور خوب دعائیں کی جائیں، یہ بڑی بابرکت رات ہے، اس میں بڑی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ یہ رات سونے اور غفلت میں نہ ختم ہو جائے، اگر نیند کا غلبہ ہو تو کچھ دیر سو بھی لیجئے، لیکن پھر زیادہ سویرے اٹھ کر ذکر و عبادت اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیجئے اور فجر کی نماز بھی اول وقت میں پڑھ لیجئے اور اس کے بعد دیر تک اللہ کے ذکر اور دعاؤں میں مشغول رہیے۔

مزدلفہ میں رات کے وقت ۴۹ یا ۷۰ کنکریاں چن لیں، پہلے دن کی سات اور دوسرے دن کی ۲۱۔۲۱ کنکریاں۔ سورج نکلنے کا وقت قریب آجائے تو یہاں سے منیٰ کے لئے چل دیجئے۔

تیسرا دن:۔ ۱۰/ذی الحجہ

مزدلفہ میں فجر کی نماز پڑھ کر منیٰ کی طرف چل پڑیں۔ منیٰ میں سب سے پہلے صرف جمرہ عقبیٰ بڑے شیطان پر رمی یعنی سات کنکریاں مارنی ہیں۔ کنکریاں پھینکتے وقت یہ دعا پڑھیں: "بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرْ" شروع اللہ کے نام سے جو سب سے بڑا ہے، اللہ کی رضا اور شیطان سے بیزاری اور نفرت کے لئے یہ کنکریاں مارتا ہوں۔ اے اللہ میرے حج کو قبول فرما اور میری اس دوڑ دھوپ اور کوشش کو قبول فرما۔ پہلی کنکری مارتے ہی تلبیہ پڑھنا بند کر دیجئے، رمی مکمل کیجئے، پھر قربانی کیجئے، حج قران اور تمتع والوں پر قربانی واجب ہے، قربانی کے بعد سر منڈوا کر احرام کھول دیں، رمی، قربانی اور حجامت سے فارغ ہو کر حرم میں جا کر بیت اللہ شریف کا طواف زیارت کریں، یہ طواف حج کا رکن ہے، ۸/ذی الحجہ کو اگر سعی نہیں کی

تھی تو اب طواف کے بعد سعی بھی کریں، طواف زیارت کر کے واپس منیٰ آجائیں، طواف زیارت دسویں کو کرنا افضل ہے، اور بارہویں کے آفتاب غروب ہونے تک جائز ہے، رات منیٰ میں قیام کریں، منیٰ کے علاوہ کسی دوسری جگہ رات گزارنا مکروہ ہے۔

چوتھا دن:۔ ۱۱ر ذی الحجہ

تینوں جمرات کی رمی کرنا: زوال کے بعد سے صبح صادق تک
پہلے چھوٹے شیطان کی رمی کرنا۔ (جمرہ اولیٰ)
پھر درمیانی شیطان کی رمی کرنا۔ (جمرہ وسطیٰ)
پھر بڑے شیطان کی رمی کرنا۔ (جمرہ عقبیٰ)

پانچواں دن ۱۲ر ذی الحجہ

تینوں جمرات کی رمی کرنا یعنی ۱۲ر ذی الحجہ کو بھی ۱۱ر ذی الحجہ کی طرح تینوں شیطانوں کی رمی کرنا۔ ۱۲ر ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہوئے حرم شریف آجائے، طواف زیارت اگر ۱۰، ۱۱ر ذی الحجہ کو نہیں کر سکے تھے تو ۱۲ر ذی الحجہ کو غروب آفتاب تک ضرور کرلیں۔ یاد رہے کہ طواف زیارت حج کا رکن ہے، اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوتا، اس کے علاوہ حج کے بقیہ دنوں میں روزمرہ کی طرح نمازیں ادا کرے، جتنا زیادہ ہوسکے طواف کرے، تلاوت کلام پاک، توبہ واستغفار اور درود شریف میں خود کو مشغول رکھے۔

حج کے احکام ومسائل عورتوں اور مردوں کے لئے تمام طور پر

یکساں ہیں لیکن بعض امور میں عورتوں کے لئے الگ ارشادات ہیں اور مردوں کے لئے جدا۔

حج کے متعلق عورتوں کے مسائل

مرد کے لئے کسی وقت نماز معاف نہیں ہے اور عورتوں کو حیض کے ایام میں نماز سے رخصت ہے۔

۱۔عورتیں احرام کی حالت میں مرد کی طرح سر کھلا نہ رکھیں، بلکہ سر ڈھانک لیں اور چہرہ کھلا رکھیں۔

۲۔عورتیں حالت احرام میں سلے ہوئے کپڑے پہن سکتی ہیں۔

۳۔عورتیں طواف میں اضطباع اور رمل نہ کریں۔

۴۔عورتیں صفا مروہ پر میلین اخضرین کے درمیان مردوں کی طرح نہ دوڑیں۔

۵۔عورتیں جمرۃ العقبیٰ کو کنکریاں مار کر قربانی کے بعد مردوں کی طرح سر نہ منڈوائیں بلکہ ایک پورے کے برابر اپنی چوٹی کے بال کٹوائیں۔

۶۔عورتیں حجر اسود کو بوسہ دینے کے لئے مردوں کی بھیڑ میں نہ شامل ہوں بلکہ دور سے ہی اشارہ کر کے ہاتھ کی ہتھیلی چوم لیں، اگر ہجوم ہو تو طواف کے بعد مقام ابراہیمؑ پر دوگانہ نہ پڑھیں، مسجد حرام میں کسی اور جگہ پڑھیں۔

۷۔اگر دوران سفر احرام باندھنے سے پہلے عورت کے بچہ پیدا ہو جائے یا حیض آجائے تو کوئی حرج نہیں، میقات پر پہنچ کر غسل کرے پھر احرام باندھے اور تلبیہ دھیمی آواز سے کہے کہ وہ خود سنے اور نماز نہ پڑھے طواف بھی نہ کرے۔

۸۔اگر احرام باندھنے کے بعد بچہ پیدا ہوا یا ماہواری شروع ہوئی تو وہ حج کے تمام احکام پورے کرے، صرف نماز نہ پڑھے، بیت اللہ کا طواف نہ کرے، اس کے علاوہ عرفات میں جائے، مزدلفہ میں رات گزارے شیطان کو کنکریاں مارے، سب دعائیں پڑھیں، قربانی کرے، اور چوٹی کے ایک پور برابر بال کٹوا کر احرام کھول دے، کیونکہ سر منڈوانا عورت کے واسطے حرام ہے، البتہ طواف افاضہ نہ کرے، جب تک پاک نہ ہو جائے۔

۹۔عورت کا بغیر زوج یا محرم کے حج کرنا منع ہے۔ طواف زیارت کے موقع پر اگر حیض و نفاس شروع ہو جائے یا بیمار ہو جائے اور اس طرح طواف زیارت کا وقت گزر جائے تو وقت کے بعد طواف کرے اس پر دم واجب نہیں۔طواف وداع کے موقع پر اگر عورت حائضہ ہو جائے اور گھر جانا ضروری ہو تو طواف وداع کرنے کی ضرورت نہیں۔ بخلاف مرد کے اس پر واجب ہے، باقی جن افعال سے مردوں کا حج فاسد ہو جاتا ہے ان ہی سے عورتوں کا بھی۔

بچوں کا حج

نابالغ لڑکے لڑکیوں اور شیر خوار بچوں پر حج فرض نہیں ہے، لیکن اکثر لوگ اہل وعیال کو بھی حج پر لے جاتے ہیں، ان بچے بچیوں کا یہ حج نفلی ہوگا، بچے کو بے سلا کپڑا (لباس) پہنائیں اور اپنے احرام کے ساتھ اس کے احرام کی بھی نیت کریں اور دونوں کی تلبیہ کہے، چھوٹے بچوں کی طرف سے جو شخص رشتے میں اس کا شریک ہو وہ احرام باندھے، یعنی بچے کا باپ اور بھائی ساتھ ہوں تو باپ اس کی طرف سے احرام باندھے، اگر باپ اپنے بچہ کو حج ادا

کرائے تو بچہ اگر خود ارکان حج ادا کرنے کے قابل ہو تو خود کرے ورنہ باپ اس کی طرف سے کرے باپ بچے کو گود میں لے کر اپنی اور اس کی دونوں کی طرف سے افعال حج ادا کر سکتا ہے۔ اگر بچہ بعض افعال حج ترک کرے یا باپ نے اپنے بچے کی طرف سے احرام باندھا اور اس سے کوئی فعل ایسا صادر ہوا جو احرام میں منع ہے تو بچے یا اس کے ولی کو جزا دینی نہیں ہوگی۔

طواف وداع

مکہ مکرمہ سے رخصت ہوتے وقت الوداعی طواف واجب ہے تا کہ آخری وقت بیت اللہ سے ہو کر گزرے، سوائے حائضہ اور نفاس والی عورت کے کہ ان دونوں پر وداع واجب نہیں جیسا کہ عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے" آپؐ نے لوگوں کو حکم دیا ان کا آخری وقت بیت اللہ کے ساتھ ہو، لیکن آپؐ نے حائضہ عورت کے لئے اس کی تخفیف فرمائی"۔ اس طواف میں نہ تو رمل ہے نہ اضطباع نہ اس کے بعد سعی۔ طواف ختم کر کے واجب الطواف دو رکعتیں ادا کریں اور زم زم کا پانی خوب پیٹ بھر کر پئیں، پھر ملتزم پر خوب چمٹ کر رخسار اور سینے کو کعبۃ اللہ سے لگا کر روئیں اور خوب دعائیں کریں، بار بار حج وزیارت کے لئے واپس لوٹنے کی، عمل صالح، عبادت واطاعت، نیک توفیق وہدایت کی خوب دل کھول کر دعائیں مانگیں۔

جب بیت اللہ کو وداع کر کے فارغ ہو جائے اور مسجد حرام سے نکلنا چاہے تو سیدھے منہ نکل جائے، الٹے پاؤں ہرگز نہ چلے ایسا کرنا نہ نبی ﷺ سے منقول ہے نہ آپؐ کے اصحابؓ سے بلکہ یہ صریح بدعت ہے اور نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ "جس شخص نے ایسا کوئی کام کیا جس پر ہماری شریعت نہیں تو وہ

مردود ہے"۔ بدعات کے کاموں سے بچو۔ اس لئے کہ ہر نئی ایجاد بدعت ہے ہر بدعت ضلالت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دین پر قائم رکھے اور اپنی مخالفت سے ہمیں محفوظ رکھے، بے شک وہ بڑا سخی اور بزرگ ہے۔

زیارت مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کی فضیلت سے متعلق بہت سی حدیثیں ہیں جن میں اس کی عظمت وفضیلت اور بلند مقام ومرتبہ کا بیان ہے۔ اور کیوں نہ ہو، یہ حرم رسولؐ ہے، یہ دار ہجرت ہے، مدینہ منورہ خدائے عزوجل کے نزدیک محبوب ترین خطۂ زمین ہے، یہ دارالایمان ہے۔ آخری زمانے میں ایمان یہیں سمٹ کر پناہ لے گا۔ اس کے راستوں پر فرشتے پہرہ دیتے ہیں، اس میں دجال اور طاعون داخل نہیں ہوسکیں گے۔ یہ خیر الخلائق کی آرام گاہ ہے، یہیں وحی مبارک نازل ہوتی تھی۔ یہاں کے ہر ہر چپے پر قرآن کی آیتیں نازل ہوئیں۔

اصطلاحات حج

میقات:۔ مکہ معظمہ سے پہلے وہ مقام جہاں سے احرام باندھا جاتا ہے۔

احرام:۔ حج یا عمرہ کی نیت کرکے مرد کے لئے خاص طرح کا سادہ لباس پہننا۔ احرام میں دو بے سلی چادریں ہوتی ہیں۔ ایک ناف سے گھٹنوں تک جو تہبند کا کام دیتی ہے، دوسری جو کندھوں پر ڈالی جاتی ہے،

سر ننگا رہتا ہے، عورتوں کا لباس ہی ان کا احرام ہے۔

حج وعمرہ کے اعتبار سے احرام کی حسب ذیل چار صورتیں بنتی ہیں:

۱۔ **افراد**: صرف حج کا احرام باندھ کر حج کرنا۔

۲۔ **قران**: حج اور عمرہ دونوں کا ایک ساتھ احرام باندھنا۔

۳۔ **تمتع**: جس نے تمتع کی نیت کی ہو۔ حج کے زمانہ میں احرام باندھ کر پہلے عمرہ کرنا پھر آٹھ ذی الحجہ کو دوبارہ احرام باندھ کر حج کرنا، کعبہ کا طواف کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا۔

۴۔ **عمرہ**: صرف عمرہ کا احرام باندھنا۔

تلبیہ:۔ "لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ".

احرام باندھنے کے بعد تین بار پڑھیں۔ اس کے بعد ہر تبدیلی کے وقت پڑھنا ضروری ہے، یعنی سوتے، جاگتے، اٹھتے، بیٹھتے، بلندی پر چڑھتے یا سوار ہوتے اور اترتے وقت۔ عمرہ کے وقت پہلے استلام پر تلبیہ بند کردے، حج میں جمرہ عقبیٰ پر پہلا کنکر مارے تو تلبیہ بند کردے، اگر دس ذی الحجہ کو رمی نہیں کی ہو تو غروب آفتاب پر تلبیہ بند کردے۔

سعی:۔ صفا مروہ کے درمیان سات چکر لگانا۔

میلین اخضرین:۔ صفا مروہ کے درمیان "وہ جگہ جس کی نشاندہی سبز ستون سے کی گئی ہے"۔ یہاں تیز چلنا ہے۔

مسعی:۔ صفا مروہ کے درمیان سعی کرنے کی جگہ۔

مطاف:۔ خانہ کعبہ کے گرد وہ جگہ جہاں گھوم کر طواف کرتے ہیں۔

طواف:۔ طواف رکن ہے۔ خانہ کعبہ کے گرد سات پھیرے کرنے کو طواف کہتے ہیں۔ ہر پھیرے کو شوط کہتے ہیں۔

اضطباع:۔ احرام کی اوپر والی چادر کو داہنے بغل سے نکال کر بائیں کندھے پر ڈالنے کو اضطباع کہتے ہیں۔ اضطباع صرف احرام کی حالت میں طواف کے ساتوں چکر میں کیا جاتا ہے، اور یہ اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی کی جائے، لیکن سعی میں اضطباع نہیں ہے، نماز پڑھتے وقت دونوں کندھے ڈھکے رہنا چاہئے، کیونکہ نماز کی حالت میں دونوں یا ایک کندھا بھی کھلا رہنا مکروہ ہے۔

رمل:۔ طواف میں اکڑ کر شانہ ہلاتے ہوئے قریب قریب قدم رکھ کر تیزی سے چلنے کو رمل کہتے ہیں۔ طواف کے تین چکروں میں رمل کرنا اور باقی چکروں میں نہ کرنا سنت ہے، رمل صرف اس طواف میں سنت ہے جس کے بعد سعی کی جائے، جس طواف کے بعد سعی نہ کرنی ہو اس کے کسی چکر میں بھی رمل نہیں کیا جاتا ہے، اگر ہجوم زیادہ ہے کہ رمل نہ کر سکے گا تو ہجوم کے کم ہونے تک طواف کو مؤخر کرے، جب ہجوم کم ہو جائے تو اس کے بعد طواف میں رمل کرے، لیکن حج کے قریب جیسا ہجوم ہوتا ہے اس وقت اگر موقع ملے تو رمل کرے ورنہ مجبوراً بلا رمل ہی طواف کرے۔

اگر طواف رمل کے ساتھ شروع کیا اور ایک دو چکروں کے بعد اتنا ہجوم ہو گیا کہ رمل نہیں کر سکتا تو رمل کو موقوف کرے اور طواف پورا کرے

اگر رمل کرنا بھول گیا یا ایک چکر کے بعد یاد آیا تو صرف دو میں رمل کرے اور اگر اول کے تین چکروں کے بعد یاد آئے تو پھر رمل نہ کرے، کیونکہ جس طرح اول تین چکروں میں سنت ہے اسی طرح آخر کے چار چکروں میں رمل نہ کرنا سنت ہے۔ رمل اور اضطباع کو بلا ضرورت کرنا مکروہ ہے، طواف کے دوران دعا کی طرح ہاتھ نہ اٹھائے یا نماز کی طرح ہاتھ نہ باندھے۔

نماز طواف:۔ ملتزم کی دعا ختم کر کے مقام ابراہیم کے پاس دو رکعت نماز طواف واجب ادا کرے، بہتر ہے کہ پہلی رکعت میں "قُلْ یَاایُّهَا الْکَافِرُوْنَ" اور دوسری رکعت میں "قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ" پڑھے۔

طواف قدوم:۔ ہر آفاقی کے لئے مسنون ہے جو حج افراد یا قران کی نیت سے مکہ معظمہ میں داخل ہو، جہاں تک ہو سکے جلد از جلد طواف قدوم کرے۔

طواف زیارت:۔ یہ حج کا رکن ہے، اس کو طواف فرض، طواف حج اور طواف رکن بھی کہتے ہیں۔ ۱۰رذی الحجہ کی صبح صادق کے بعد سے ۱۲رذی الحجہ غروب آفتاب تک ہوسکتا ہے، ۱۰رذی الحجہ کو کرنا احسن ہے۔

طواف وداع یا صدر:۔ بیت اللہ شریف سے رخصت ہوتے وقت کا طواف کرنا آفاقی پر واجب ہے۔

طواف عمرہ:۔ یہ طواف اس شخص کے لئے ہے جو عمرہ کا احرام باندھے، یہ فرض ہے، اس میں رمل اور اضطباع ہے، اور بعد ازاں سعی۔

طواف کی دیگر قسمیں:

ان کے علاوہ طواف کی تین قسمیں اور بھی ہیں:۔

۱۔طواف نذر، ۲۔طواف تحیہ، ۳۔طواف نفل

طواف نذر:۔اس پر واجب ہے جس نے طواف کی نذر مانی ہو۔

طواف تحیہ:۔ مسجد الحرام میں داخل ہونے کے لئے مستحب ہے، لیکن اگر کوئی اور طواف کرے تو وہ اس طواف کا قائم مقام ٹھہرے گا، نفلی طواف ہر وقت ہوسکتا ہے۔

شرائط طواف:۔ طواف کی نیت کرنا، مسجد کے اندر طواف کرنا، یہ طواف کے لئے شرط ہے۔

طواف حج کے لئے خاص وقت، طواف سے پہلے احرام باندھنا اور وقوف عرفہ کرنا ضروری ہے۔

متمتع:۔ یہ صرف آفاقی کے لئے ہے، میقات سے ایام حج (شوال، ذی قعدہ، یا عشرہ ذی الحجہ) میں عمرہ کا احرام باندھنا اور عمرہ سے فراغت کے بعد احرام کھول دینا پھر ۸/ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا اور حج کرنا۔

قارن:۔ میقات سے ہی عمرہ اور حج دونوں کے لئے احرام باندھنا۔

منیٰ:۔ مکہ سے قریب چار میل دور ایک میدان۔

عرفات:۔وہ میدان جس میں ۹/ذی الحجہ کو حاجی ٹھہرتے ہیں۔

مزدلفہ:۔ منیٰ اور عرفات کے درمیان ایک مشہور میدان کا

نام ہے جہاں حجاج نویں اور دسویں ذی الحجہ کی درمیانی رات گزارتے ہیں، اس کو مشعر حرام بھی کہتے ہیں۔

حطیم:۔ بیت اللہ شریف کے شمالی دیوار کے متصل ایک گول دیوار میں گھرا ہوا احاطہ، حجر اسود سے حطیم کی طرف چلتے ہوئے حطیم کو شامل کر کے طواف شروع کریں، یہ واجب ہے، پورے طواف کے دوران وضو قائم رہنا ضروری ہے۔

ملتزم:۔ حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان ڈھائی گز کے قریب بیت اللہ شریف کی دیوار کا جو حصہ ہے وہ ملتزم کہلاتا ہے، ہر طواف کے بعد ملتزم سے لپٹ کر دعا مانگنا مستحب ہے، یہ دعا کی قبولیت کا مقام ہے، اس سے رسول ﷺ اس طرح لپٹ جاتے تھے جس طرح بچہ ماں کے سینے سے لپٹ جاتا ہے، طواف سے فارغ ہونے کے بعد اس سے لپٹ جاؤ، سر، سینہ اور پیٹ اس سے لگا دو، رخسار اس پر رکھو اور خوب رو رو کر دعا مانگو یہ سمجھ کر مانگو کہ رب کریم کے آستانہ پر پہنچ گئے ہو، وہ تمہارے حال کو دیکھ اور آہ وزاری کو سن رہا ہے، ملتزم ایسی جگہ ہے جہاں دعا قبول ہوتی ہے۔

نوٹ:۔ احرام کی حالت میں ملتزم سے نہ لپٹنا چاہئے، اس لئے کہ اس جگہ خوشبو لگا دیتے ہیں۔

مقام ابراہیم:۔ وہ پتھر جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کی تھی، اب وہ پتھر خانہ کعبہ کے مشرق کی طرف ایک بلوریں گنبد میں رکھا ہوا ہے، جسے مقام ابراہیم کہا جاتا ہے،

طواف کے بعد یہاں دو رکعت نماز واجب پڑھی جاتی ہے، مقام ابراہیم کو بوسہ دینا یا استلام کرنا منع ہے۔

رکن حجر اسود:۔ وہ گوشہ جس میں حجر اسود نصب ہے۔

رکن یمانی:۔ بیت اللہ شریف کے جنوب مغربی کونے کو کہتے ہیں، چونکہ یہ یمن کی سمت واقع ہے، اس لئے اسے رکن یمانی کہتے ہیں۔

رکن عراقی:۔ اس کونے کو کہتے ہیں جو عراق کی سمت واقع ہے۔

رکن شامی:۔ اس کونے کو جو شام کی سمت واقع ہے۔

میزاب رحمت:۔ حطیم میں خانہ کعبہ کی چھت سے گرنے والا پرنالہ جس کے نیچے دعا قبول ہوتی ہے۔

باب السلام:۔ مسجد حرام کا وہ دروازہ جس سے اول بار داخل ہونا افضل ہے، اس کو باب الفتح بھی کہتے ہیں۔

تنعیم:۔ وہ جگہ جہاں سے مکہ معظّمہ میں قیام کے دوران عموماً عمرہ کے لئے احرام باندھتے ہیں کیونکہ وہ حدود حرم سے باہر ہے، اس کو مسجد عائشہ بھی کہتے ہیں۔

مسجد خیف:۔ منیٰ میں واقع ایک مسجد۔

جبل رحمت:۔ میدان عرفات کا پہاڑ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر خطبہ ارشاد فرمایا تھا، یہاں پر امام عید کا خطبہ دیتا ہے۔

مسجد نمرہ:۔ میدان عرفات کے کنارے ایک مسجد،

یہاں ۹/ذی الحجہ کوظہر اور عصر کی نمازیں ایک ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔

مسجد صفرہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقوف کی جگہ۔ اس جگہ قیام کرنا بہتر ہے، اگر یہاں جگہ نہ ملے تو میدان عرفات میں جہاں جگہ مل جائے ٹھہر جائے، البتہ بطن عرنہ اور مسجد عرفات کے مغرب کی وادی میں قیام کرنا جائز نہیں ہے۔

رمی جمار:۔ مزدلفہ اور منیٰ کے درمیان تین مقامات جن کو جمرۃ الاولیٰ، جمرۃ الوسطیٰ اور جمرۃ العقبیٰ کہا جاتا ہے، ان مقامات پر مختلف اوقات میں سات سات کنکریاں ماری جاتی ہیں۔

موالات:۔ پے در پے۔ یعنی شیطان پر پے در پے کنکریاں مارنا۔

قربانی:۔ رمی کے بعد حاجی منیٰ میں قربانی کرتے ہیں۔

حلال: ۔ جائز

حلق:۔ پورا سر منڈوانا۔

قصر:۔ پورے سر کے بال ترشوانا۔

مقام دعا:۔ مکہ معظّمہ میں مسجد حرام اور قبرستان کے مابین ایک مقام جہاں دعا مانگنا مستحب ہے۔

استلام:۔ حجر اسود کو بوسہ دینا۔

حجر اسود:۔ وہ سیاہ پتھر جو خانہ کعبہ کے جنوب مشرقی کونے میں نصب ہے۔

شوط:۔ خانہ کعبہ کے گرد ایک پھیرا کرنا، یعنی حجر اسود سے

پھیرا شروع کرکے پھر جب حجر اسود تک آئے گا تو ایک شوط ہوگا، طواف میں سات شوط (پھیرے) ہوتے ہیں۔

آفاقی:۔ وہ حاجی جو حج کی نیت سے حدود میقات سے باہر سے آیا ہو۔

اہل حل:۔ وہ لوگ جو میقات کی حدود کے اندر اور حدود حرم سے باہر رہتے ہیں، ان کو اپنے ہی مقام سے عمرہ یا حج دونوں کا احرام باندھنا ہوگا۔

اہل حرم:۔ مکہ معظّمہ اور حرم میں بسنے والے لوگ۔ اہل مکہ کے لئے احرام باندھنے کے لئے حرم کی ساری زمین میقات ہے۔

ھدی:۔ وہ جانور جو احرام باندھ کر ذبح کرنے کے لئے ثواب اور عبادت کی نیت سے حاجی ساتھ لاتے ہیں۔

حل:۔ حدود حرم سے باہر کی جگہ۔

تقلید:۔ قربانی کے جانور کے گلے میں پٹہ یا قلادہ باندھنا۔

تلبید:۔ سر یا داڑھی کے بالوں میں گوند یا خطمی لگا لینا تا کہ ایام حج میں کوئی بال گرنے نہ پائے۔

منحر:۔ منیٰ میں قربانی کرنے کی جگہ۔

بدنہ:۔ قربانی کا اونٹ یا گائے۔

نُسک:۔ ایک بکری کی قربانی۔

فرق:۔ سولہ پونڈ یعنی تقریباً آٹھ سیر کے برابر۔

رفث:۔ جماع کرنا، بیہودہ باتیں۔

مُحرِم:۔ احرام باندھنے والا حاجی۔

نحر:۔ قربانی

وقــــوف:۔ اس کے معنی ہیں ٹھہرنا۔ اصطلاح شریعت میں عرفات، مزدلفہ، اور منیٰ میں حاجیوں کو ہدایت کے مطابق قیام کرنا۔ میدان عرفات میں زوال آفتاب کے بعد سے غروب آفتاب کے بعد تک قیام کرنا وقوف عرفات یا وقوف عرفہ کہلاتا ہے۔ یہ حج کا رکن اعظم ہے، یہاں ظہر اور عصر کی نمازیں یکجا کر کے پڑھی جاتی ہیں، عرفات سے واپسی پر مزدلفہ میں قیام کرنے کو وقوف مزدلفہ کہتے ہیں مزدلفہ میں قیام رات کا ہوتا ہے، ۱۰/ذی الحجہ کو منیٰ واپس آجاتے ہیں۔

زمزم:۔ حرم کا وہ کنواں جہاں قبلہ رو ہو کر خوب پیٹ بھر کر پانی پیا جاتا ہے، یہ پانی تین سانسوں میں رُک رُک کر پینا چاہئے۔

جنایت

اس کے معنی خطا وقصور کے ہیں۔ مقصود یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرنا جو حرم یا احرام میں ممنوع ہے۔

مــحــرم کــی جــنــایــت:۔ سلے ہوئے کپڑے پہننا، سر اور چہرہ چھپانا، ناخن کاٹنا، بال صاف کرنا، خوشبو استعمال کرنا، جماع کرنا، خشکی کے حیوان کا شکار کرنا، واجبات حج میں سے کوئی واجب ترک کرنا، ان میں سے کوئی جنایت سرزد ہو تو جزاء واجب ہوگی۔

دم:۔ کسی جنایت یعنی مناسک حج ادا کرنے میں کسی خطا کے سرزد ہونے پر کوئی جانور ذبح کرنا، جیسے بھیڑ، بکری یا گائے اوراونٹ کا ساتواں حصہ۔

بدنہ:۔ جب کوئی عورت حیض ونفاس میں طواف زیارت کرے یا کوئی حاجی وقوف عرفہ کے بعد اور حلق سے پہلے جماع کرے تو پورا اونٹ یا گائے ذبح کرنی ہوگی۔

صدقہ:۔ صدقہ فطر کی طرح نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو ادا کرنا چاہئے، ایک صاع ساڑھے تین سیر کے برابر ہوتا ہے، معمولی غلطی کا تاوان۔

حراء:۔ مکہ کے قریب جبل نور پر ایک غار ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی۔

جبل ثور:۔ یہ ایک پہاڑ ہے جس کے غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقع پر تین راتیں قیام فرمایا تھا۔

جنت المعلیٰ:۔ مکہ کا قبرستان۔

جنت البقیع:۔ مدینہ منورہ کا قبرستان۔

مسجدقبا:۔ مدینہ کے قریب ایک مسجد جو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے تعمیر فرمائی۔

مساجد خمسہ:۔ غزوہ خندق کے مقام پر پانچ مسجدیں۔

مسجدقبلتین:۔ مدینہ منورہ میں وہ مسجد جس میں تحویل

قبلہ کا حکم نازل ہوا۔

بئر عثمان:۔ مدینہ منورہ میں ایک کنواں جس کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کیا۔

جبل احد:۔ مدینہ منورہ کے قریب وہ پہاڑ جس کے دامن میں مشہور غزوۂ احد پیش آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے۔

مختلف مقامات

یلملم :۔ ہندوستان اور پاکستان نیز یمن وغیرہ کی طرف سے آنے والے حاجیوں کی میقات ہے۔

جحفہ:۔ موجودہ نام رابغ۔ مصر، شام وغیرہ کی طرف سے آنے والے حاجیوں کی میقات ہے۔

ذات عرق:۔ یہ عراق کی طرف سے آنے والے حاجیوں کے لئے میقات ہے۔

قرن المنازل:۔ یہ ایک پہاڑی ہے جو نجد کی جانب سے آنے والے حاجیوں کی میقات ہے۔

ذوالحلیفہ:۔ موجودہ نام بئر علی۔ مدینہ منورہ کی طرف سے آنے والوں کی میقات ہے۔

☆☆☆